ادب و تعظیم
محبوب صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر و ترتیب

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی

بزم عشاق

ادارہ نجم الہدیٰ جامع مسجد عمر رضی اللہ عنہ نیو پٹھان والا جھنگ روڈ فیصل آباد
0300-6661755

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

اما بعد

فاعوذبالله من الشیطن الرجیم

بسم الله الرحمن الرحیم

محبت سے درود وسلام

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول الله

وعلیٰ الك واصحابك یا حبیب الله

محترم سامعین کرام! ایک بادشاہ تھا اور اس کے زیر حراست ایک قیدی تھا۔ اس قیدی کو سزائے موت کا حکم ہو گیا اور اسے پھانسی دینے کے لئے تاریخ مقرر ہو گئی۔ جب وقت آیا تو اس سے پوچھا گیا کہ تیری کوئی آخری خواہش ہو تو بتاؤ۔ اس نے کہا کہ مجھے بادشاہ سے ملا دو۔ بادشاہ کو جب اس قیدی کی خواہش سے متعلق بتایا گیا تو اس نے ملنے سے انکار کر دیا اور حکم دیا کہ اس کو پھانسی دے دو، وہ مجھے مل کر کیا کرے گا۔ اگر اسے ملاقات کا موقعہ دیا جائے تو ممکن ہے کہ وہ کوئی نیا فساد برپا کر دے، بہتر ہے کہ اس کی یہ خواہش پوری نہ کی جائے۔ ملزم کو جب موت سامنے نظر آ رہی ہو تو اس سے کسی بھی نئے فتنہ یا فساد کی توقع ہو سکتی ہے۔ اس قیدی کو بادشاہ کے حکم سے آگاہ کیا گیا تو اس نے کہا میں نے صرف بادشاہ کا دیدار کرنا ہے اور کوئی بات نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بادشاہ سلامت یہ سمجھتے ہوں کہ میں کوئی چیز مانگوں گا، میں تو اب دنیا سے جا رہا ہوں، مجھے کوئی طلب نہیں ہے میں نے صرف بادشاہ سلامت کی زیارت کرنی ہے۔ بادشاہ نے اجازت دیدی تو وہ قیدی حاضر ہوا اور کہا بادشاہ سلامت! السلام علیکم۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ وعلیکم السلام۔ پھر بادشاہ نے پوچھا کہ کیا کہنا چاہتے ہو۔ قیدی نے جواب دیا کہ کچھ نہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ لے جاؤ۔ اس کو پھانسی دے دو۔ قیدی نے کہا کہ نہیں بادشاہ حضور اب مجھے پھانسی نہیں ہو سکتی۔ اب مجھے رہائی مل گئی ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ میں نے تمہیں پھانسی دینے کا حکم دے دیا ہے۔ تجھے رہائی کس چیز نے دلا دی۔ قیدی نے کہا بادشاہ حضور بلاشبہ آپ مجھے پھانسی کا حکم دے چکے ہیں، اب وعلیکم السلام کا حکم بھی آپ کا ہی ہے۔ آپ مجھے سلامتی دے چکے ہیں، پھانسی کا حکم پرانا تھا، سلامتی کا حکم بعد کا ہے۔ یہ نیا حکم ہے۔ سلامتی کا حکم آخری ہے اور جب سلامتی کا حکم ہو تو پھر پھانسی نہیں ہوتی، ویسے بھی جب نئے آرڈر آ جائیں تو پرانے آرڈر پر عمل نہیں ہوتا۔ بادشاہ اس قیدی کی عقل مندی سمجھ گیا اور اس کی رہائی کا حکم صادر فرمایا۔

محترم قارئین کرام! السلام علیکم کہنا سنت ہے اور سلام کا جواب دینا فرض ہے۔ اگر آپ اپنے دل سے نبی کریم ﷺ کو السلام علیك یا سیدی یارسول الله عرض کرتے ہیں تو حضور ﷺ بھی آپ کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ وہ بھی آپ کی سلامتی کے لئے دعا فرماتے ہیں۔ قیدی کو تو پھانسی سے رہائی مل گئی تھی۔ آپ کو دوزخ سے رہائی مل جائے گی۔ محبوب کریم ﷺ کا تم پر سلامتی بھیجنا تمہیں ہر دکھ درد

حتیٰ کہ نار دوزخ سے نجات دلا دیتا ہے۔ میں ان لوگوں کی ہدایت کے لئے عرض کر رہا ہوں جو محبوب کریم ﷺ پر سلام نہیں بھیجتے بلکہ الصلوٰۃ والسلام سے منع بھی کرتے ہیں۔ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلو علیہ وسلموا تسلیما بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود پڑھتے ہیں اور اے ایمان والو تم بھی نبی کریم ﷺ پر درود اور سلام پڑھو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے فرشتوں کی خبر ہمیں دی کہ وہ نبی کریم ﷺ پر درود پڑھتے ہیں لیکن اے ایمان والو تمہاری یہ ڈیوٹی لگائی ہے کہ تم درود بھی پڑھو اور سلام بھی پڑھو۔ اللہ کریم نے اپنے ذمہ ایک کام لیا لیکن ہمارے ذمہ دو کام لگائے ہیں۔ پتہ ہے کہ اس کا فائدہ کیا ہے اور کیوں ایسا حکم دیا گیا ہے؟ کہ جب تم محبوب کریم ﷺ پر سلام عرض کرو گے تو تمہیں ان کا جواب آئے گا اور اس جواب وعلیکم السلام کے ساتھ میری اور تیری بخشش کا پروانہ بھی ہوگا تو حضرات درود شریف بھی پڑھا کریں اور محبوب دو جہاں ﷺ کے دربار عالیہ میں سلام بھی مودبانہ پیش کیا کریں کہ یہی بخشش کا ذریعہ ہے۔ ایک بات اور عرض کرتا ہوں کہ ابھی ابھی حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ راستہ میں جا رہے تھے کہ انہیں ایک کاغذ کے ٹکڑے پر ایک قرآن کی آیت لکھی ہوئی نظر آئی۔ انہوں نے وہ کاغذ کا ٹکڑا اٹھا لیا۔ صاف کیا بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا۔ ادب سے اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ اس ادب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے بشر حافی کو رحمت دو جہاں ﷺ کی زیارت نصیب فرمائی اور حضور ﷺ نے حضرت بشر حافی کو ولی بنا دیا۔ میں عرض کرنا یہ چاہتا ہوں کہ قرآن مجید کی تعظیم سے آپ کو ولایت ملی ہے اور اگر کوئی صاحب قرآن کی تعظیم کرتا ہے تو اس کو کیا ملتا ہے۔ قرآن کی تعظیم سے حضرت بشر حافی ولی بن گئے جنتی بن گئے اب صاحب قرآن کی تعظیم کرنے والا کیا بنتا ہے؟

بڑا مشہور واقعہ ہے کئی دفعہ عرض کیا ہے لیکن آج پھر اس نسبت سے کہ تعظیم محبوب کریم ﷺ سے کیا ملتا ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اس سے ایمان کی تازگی ملتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ تھا کہ ایک آدمی ہر طرح سے معیوب تھا ہر برائی اس میں تھی۔ بہت منہ زور تھا، کسی کا لحاظ نہیں کرتا تھا۔ حضرت بشر حافی نے تو قرآن مجید کی تعظیم کی ہے لیکن اس آدمی کو کسی کی تعظیم کا پتہ تک نہیں تھا۔ نماز نہیں پڑھی، روزہ نہیں رکھا، حج نہیں کیا، قربانی نہیں کی، کوئی عمل نہیں کیا، کوئی نیک کام نہیں کیا، ہر وقت شر پسندی میں مصروف رہتا تھا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا تاکہ پتہ چل جائے کہ کوئی ایک نیکی بھی اس کے پلے میں نہیں تھی لیکن پھر بھی اس کی نجات ہوتی ہے تو کس طرح سے ہوتی ہے کون سی ایک نیکی اس کے کام آتی ہے۔ اس نے نیک اعمال کئے ہوتے، نماز پڑھی ہوتی، روزے رکھے ہوتے، حج و طواف کیا ہوتا، قربانی کی ہوتی، زیارت کعبہ شریف کی ہوتی، حجر اسود کا بوسہ دیا ہوتا، سعی کی ہوتی تو ہمارا کسی طرف دھیان جا سکتا تھا کہ اس کی فلاں نیکی کام آئی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے کوئی نیک کام ہونے ہی نہیں دیا جو اس کی بخشش کا ذریعہ بن سکتا۔ اگر اس سے کوئی عمل کوئی فعل سرزد ہوا ہے تو وہ فعل بد ہی سرزد ہوا ہے لیکن اس کے باوجود اس کی نجات ہوئی

ہے اور اس کی بخشش ہوئی ہے۔ اب دیکھیں کہ نجات ہوتی کیسے ہے۔ دوستو! ذرا غور فرمائیں کہ کوئی نیکی نہیں نظر آتی۔ وہ مر گیا۔ اتنا بدعمل کردار تھا کہ اس کے مرنے پر لوگوں نے افسوس کی بجائے خوشی منائی اور اپنے دل کا غصہ نکالنے کے لئے انہوں نے کہا کہ اس کو دفن نہیں کرنا ہے بلکہ اس کے پاؤں میں رسی باندھ کر گھسیٹتے ہوئے لے کر جانا ہے اور باہر گندگی کے ڈھیر پر پھینک دینا ہے کہ اس کو کتے بلے اور جنگلی جانور اور کوے چیل کھائیں تو ہمیں ٹھنڈک پڑے۔ انہوں نے حقیقتاً ایسا ہی کر دیا۔ اس کو اٹھایا بھی نہیں بلکہ مردار کی طرح پاؤں میں رسی باندھ کر کھینچتے ہوئے لے گئے اور باہر پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ معافی دے۔ معاشرے میں ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ جن سے انسانیت بھی تنگ آ جاتی ہے۔ ایسے بداخلاق و بدکردار ہوتے ہیں کہ لوگ ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے ان کی موت کی دعائیں بھی کرتے ہیں۔ ایسے ظالم لوگ بھی دنیا میں ہوتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) میرا بخشا ہوا بندہ ہے اور وہ بے گور و کفن گندگی پر پڑا ہوا ہے اس کو اٹھاؤ غسل دو' کفن دو اور جنازہ پڑھاؤ اور یہ اعلان کر دو کہ جو شخص اس کا جنازہ پڑھے گا وہ بھی جنت میں جائے گا۔ یہ نہیں فرمایا کہ صرف مولوی صاحب پڑھیں یا صوفی صاحب پڑھیں گے تو بخش دیئے جائیں گے بلکہ اگر چور اور گنہگار بھی پڑھیں گے تو وہ بھی بخش دیئے جائیں گے۔ حضرات اس میں صاحب قرآن ﷺ کی تعظیم کا سبق ہے جو میں عرض کرنے والا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد ربانی کے مطابق اعلان فرمایا کہ جو بھی اس کا جنازہ پڑھے گا وہ بخشش دیا جائے گا بہت لوگ آئے جنازہ پڑھا اور پھر بعد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ یہ ایسا بدکردار تھا کہ اس کی پوری قوم اس سے تنگ تھی۔ اس لئے یہ اس کے ساتھ سلوک کیا گیا تھا۔ آپ فرمائیے کہ اس کی بخشش کس طرح سے ہو گئی۔ اس نے تو ہر وہ برائی کی ہے جو شریعت کے لحاظ سے گناہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ٹھیک کہتے ہیں یہ تو تھا ایسا ہی اور تھا بھی اسی سلوک کے قابل جو اس کے ساتھ ہوا لیکن مجھے اس کا ایک لحاظ ہے۔ اس نے ایک روز توریت کھولی تو اس میں نعت محبوب ﷺ لکھی تھی۔ اس نے نام محمد ﷺ پر بوسہ دیدیا۔ بس یہی لحاظ ہے جس سے آج وہ بھی بخشا ہوا ہے اور اس کا جنازہ پڑھنے والے بھی بخشے ہوئے ہیں اور حضرات یہ بھی یاد رکھیں کہ جو آج صاحب قرآن ﷺ کی تعظیم نہیں کرے گا اسے قرآن کی تعظیم بھی نصیب نہیں ہوگی۔ یہ نہ سمجھنا کہ آپ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو اٹھا کر صاف کر کے اسے عطر وغیرہ لگا کر اونچی جگہ پر رکھنے سے آپ کو کچھ مل جائے گا۔ نہیں نہیں ایسا نہیں ہے جو کچھ بھی ملنا ہے وہ صاحب قرآن ﷺ کے در سے ملنا ہے۔ یہ الفت یہ محبت یہ ادب یہ عقیدہ ہوگا تو پھر بخشش ہوگی۔ پہلے صاحب قرآن ﷺ کی تعظیم کرو پھر قرآن کی تعظیم کرو۔ محبوب کریم ﷺ کے در کے کتے کی تعظیم کرو تو بخشش ہی بخشش ہے۔ دوستو! دیکھو کہ وہ یہودی تھا جس نے محبوب کریم ﷺ کے نام نامی پر بوسہ دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ اور کوئی نیکی اس سے نہیں ہونے دی تاکہ ہمارا خیال کسی دوسری نیکی کی طرف نہ جائے کہ یہ بخشش ہو سکتا ہے کہ اس دوسری نیکی کی وجہ سے ہوئی ہے۔ روزے سے ہوئی ہے' نماز سے ہوئی ہے' حج

سے ہوئی ہے' نہیں نہیں صرف تعظیم نام محمد ﷺ سے ہوئی ہے۔ آج بھی کوئی تعظیم محبوب ﷺ کرلے بلکہ ان کے غلام کے درغلام کی تعظیم بھی کرلے تو اسے یہی مرتبہ ملے گا۔ یہ ادھار نہیں ہے کہ اس یہودی نے تو یہ کرلیا اس لئے اس کا بیڑہ پار ہو گیا اب ہم کیا کریں۔ آپ بھی یہی کرلیں۔ آپ کا بھی بیڑہ پار ہو جائے گا۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ تعظیم محبوب ﷺ موجودہ وقت میں کیسے کی جائے۔ تو عرض ہے کہ آپ کے پیر صاحب ہیں۔ پیر خانہ بھی ہے۔ آپ اپنے پیرو مرشد کی وہی تعظیم کریں جو یہودی نے محبوب کریم ﷺ کی کی ہے۔ آپنے پیر صاحب کو راضی کرلیں تو اس سے آپ کے نبی ﷺ راضی ہو جائیں گے اور جب محبوب کریم ﷺ راضی ہو جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ بھی راضی ہو جاتے ہیں۔ ایک خوش خبری آپ کو دیتا ہوں کہ جہاں بھی ذکر مصطفیٰ ﷺ ہوتا ہے' جہاں بھی ذکر اولیاء اللہ ہوتا ہے' جہاں بھی ذکر اللہ ہوتا ہے وہ جگہ جنت کی کیاری بن جاتی ہے۔ تو خوش خبری یہ ہے کہ یہ جگہ یہ گلی جہاں آج یہ محفل منعقد ہو رہی ہے اس گلی کو آج کل فرشتے صاف کر رہے تھے کہ یہاں ذکر محبوب کبریاء ﷺ کی محفل منعقد ہونی ہے۔ دو تین دفعہ یہاں اس گلی میں محفل میلاد النبی ﷺ منعقد ہو چکی ہے۔ محبوب کبریاء ﷺ کا خاص کرم اور خاص نظر عنائت اس جگہ پر ہے۔ یہی بخشش ہے یہی بخشش کا بہانہ ہے۔ یہ نہ کہو کہ اس جگہ تو محبوب کریم ﷺ نے خاص کرم فرمایا ہے تو کسی دوسری جگہ یہ کیفیت نہیں ہوگی۔ نہیں نہیں جہاں بھی ذکر محبوب کریم ﷺ ہوتا ہے وہ وہیں پر خود تشریف لے آتے ہیں یہ بھی ادھار نہیں ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ اس گلی کو تو فرشتے صاف کر رہے ہیں ہماری گلی کو کون کریگا۔ آپ محفل میلاد النبی ﷺ کا انعقاد کریں اپنی گلی میں کریں اپنے گھر میں کریں' فرشتے اس جگہ کی صفائی کے لئے آجائیں گے۔ روضہ اقدس پر ہر صبح اور شام ستر ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں' تو کیا کرتے ہیں' وہ بھی صفائی کرتے ہیں' اپنے پروں سے صفائی کرتے ہیں' اپنی پلکوں سے صفائی کرتے ہیں۔ میں تو یہ عرض کرتا ہوں کہ پروں سے صفائی نہیں کرتے بلکہ اپنے پروں کی صفائی کرتے ہیں' پلکوں سے صفائی نہیں کرتے بلکہ پلکوں کی صفائی کرتے ہیں' روضہ اقدس کو ہم کچھ نہیں دے سکتے بلکہ روضہ اقدس ہمیں دیتا ہے۔ ہمیں صفائی بھی دیتا ہے اور ہمیں دوزخ سے رہائی بھی دیتا ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میرے روضہ کی زیارت کی مجھ پر واجب ہے کہ اس کی شفاعت کروں۔ اب جس کی شفاعت مالک دو جہاں ﷺ کریں اس کی بخشش میں باقی کون سی چیز مانع ہو سکتی ہے۔ اب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنو صلو علیہ وسلمو تسلیما'' بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں' اے ایمان والو تم بھی اس پر درود اور سلام بھیجو''۔ اللہ تعالیٰ آپ سے مجھ سے ہم سب سے فرما رہے ہیں کہ درود بھیجو۔ لیکن میں عرض کرتا ہوں کہ آج تک محبوب کریم ﷺ پر کوئی درود بھیج ہی نہیں سکا۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ درود بھیجو ہم کیا کہتے ہیں۔ اللھم صلی علی محمد ''اے اللہ تو حضرت محمد ﷺ پر درود بھیج'' تو پھر ہم نے کیا کیا۔ ہم نے تو کچھ بھی نہیں کیا حکم تو ہمیں دیا تھا کہ درود بھیجو لیکن ہم اللہ تعالیٰ سے عرض کر رہے ہیں کہ درود بھیج تو

ہم نے اس کے حکم کی کیا بجا آوری کی ہے۔ کچھ نہیں کیا۔ صلی الله علی حبیبه ''اللہ تعالیٰ کا درود ہے اس کے محبوب ﷺ پر'' تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے۔ میں نے کون سا درود بھیج دیا ہے۔ ان دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ ہی کا درود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی درود ہے۔ ہم تو ویسے کے ویسے ہی رہ گئے، ہم نے یہ درود شریف نہیں بھیجا ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ درود شریف تو نے بھیجا نہیں یہ کام بھی میرے ذمہ ہی لگا دیا ہے لیکن میں اس کے صدقے تجھ پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہوں، تیرے دس گناہ معاف کرتا ہوں جو تو نے کئے ہیں، تجھے دس نیکیاں دیتا ہوں جو تو نے نہیں کیں، جنت میں تیرے دس درجے بلند کرتا ہوں۔ بس پروگرام وہی ہے کہ میری تیری بخشش صرف امت محمدی ﷺ ہونے کی وجہ سے ہونا ہے اور کوئی خوبی نہیں ہے۔ کیا ہمارے پاس کوئی درود شریف اور سلام ایسا ہے جو محبوب دو جہاں ﷺ کی شان کے لائق ہو۔ بالکل نہیں ہے۔ اس کے باوجود بھی ہمیں انعام مل رہا ہے۔ نہ ہمارے پاس کوئی سلام ہے نہ ہم اس قابل ہیں کہ محبوب کریم ﷺ کے لئے سلام بھیجیں۔

کیا پیش کریں ہم تم کو کیا چیز ہماری ہے
یہ دل بھی تمہارا ہے یہ جان بھی تمہاری ہے

کوئی چیز ہماری پاس نہیں ہے۔ محض زبانی کام کر رہے ہیں پھر بھی اس کے صدقے محسن کائنات ﷺ جنت عطا فرما رہے ہیں۔ قیامت میں امت محمدیہ ﷺ کو بڑے بڑے گناہوں کے بدلے نیکیاں عطا کی جائیں گی یہ دکھانے کیلئے کہ لوگو تم کچھ نہیں ہو بس تمہاری نسبت بڑی ہے۔ جس کا لحاظ کیا جا رہا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ تمہاری نیکیوں کی وجہ سے تمہاری بخشش ہو رہی ہے، تمہارے اعمال کی وجہ سے تمہیں نجات مل رہی ہے۔ نہیں نہیں بلکہ صرف نسبت محمدی ﷺ کی وجہ سے، دامن محبوب ﷺ سے وابستگی کی وجہ سے تمہاری بخشش ہو رہی ہے۔ کسی دوسری امت کو گناہوں کے بدلے بخشش نہیں ملے گی یہ صرف اعزاز ہے تو امت محمدی ﷺ کا ہے اور وہ بھی صرف محبوب کریم ﷺ کے صدقے سے ہے۔ ہمارا اس میں کوئی کمال نہیں ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ جنت محبوب ﷺ کی ہے اور ہم محبوب ﷺ کے ہیں اولاد خواہ نافرمان ہو لیکن وراثت کی حقدار ہوتی ہے۔ ہم محبوب کریم ﷺ کے امتی ہیں اس لئے جنت کے وارث ہیں۔ مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ عاشق رسول ﷺ فرماتے ہیں۔

بری نازم کہ هستم امت تو
گنهگارم ولیکن خوش نصیبم

حاجی صاحب نعت پڑھا کرتے ہیں تاکہ

جے میں ویکھاں اپنے عملاں نوں تے صائم ڈب ڈب جاناں ہاں
جے میں ویکھاں تیری رحمت نو جرماں تے غرور آجاندا اے

آپ کی اپنی گاڑی ہو اور لاہور جانا ہو تو پہلے اپنے عزیزوں کو بٹھائیں گے یا دوسرے لوگوں کو سوار

کریں گے۔ جیہاں پہلے اپنے سوار ہوں گے۔ قیامت کے روز کوئی نبی اس وقت تک جنت میں نہیں جائے گا جب تک امام الانبیاء ﷺ اس میں داخل نہیں ہوں گے اور کوئی امت بھی جنت میں مالک دو جہاں ﷺ کے گنہگار امتیوں سے پہلے داخل نہیں ہوگی۔ گاڑی میں پہلے اپنے بٹھائے جائیں گے پھر جگہ بچے تو کہتے ہیں کہ چلو اب کوئی سواریاں بٹھا لو۔ دوسری امتیں ایسے جائیں گی اور محبوب کریم ﷺ کی امت اپنی سواری میں جائے گی۔

مدینہ پاک کے قریب ایک قلعہ تھا اس میں یہودی سردار رہتا تھا لیکن وہ محبوب کبریاء ﷺ کے ساتھ بہت زیادہ بغض اور دشمنی رکھتا تھا۔ محبوب کبریاء ﷺ نے فرمایا کہ ہے کوئی جو اس یہودی کو ختم کرے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں لیکن عرض اتنی ہے کہ اس کا قلعہ بہت مضبوط ہے اور جب باہر نکلتا ہے تو اس کے گرد اس کے مسلحہ فوجی پہرہ دار ہوتے ہیں' اس تک پہنچنا ممکن نہیں ہوتا' اگر کوئی سبب بن جائے تو میری جان بھی حاضر ہے۔ حاکم کائنات ﷺ نے فرمایا کہ تو سرِ شام جانا اس کے قلعہ کے بڑے دروازہ کے سامنے کہیں چھپ کر بیٹھ جانا ایک جنگلی گائے آئے گی اور اس کے دروازے کو سینگ مارے گی۔ وہ یہودی جنگلی گائے کے شکار کا بہت شوقین ہے اسے پتہ چلے گا تو وہ اس کے شکار کے لالچ میں باہر نکلے گا' گائے بھاگ نکلے گی' وہ یہودی اس کے پیچھے گھوڑا لگا دے گا تو تم اس کے پیچھے لگ جانا اور اپنا کام کر لینا۔ صحابی رضی اللہ عنہ چلے گئے اور مالک دو جہاں ﷺ کے فرمان کے مطابق سب کچھ ہوا' گائے بھی آئی' اس نے دروازیکو سینگ مارے یہودی باہر نکلا اور گائے کے تعاقب میں گھوڑا دوڑایا تو یہ صحابی رضی اللہ عنہ بھی اس کے پیچھے لگ گئے اور موقعہ پا کر اسے ختم کر دیا۔ اب یہ باتیں کہ یہودی کو کس نے مارا ہے؟ کیا گائے صحابی نے بھیجی؟ کیا صحابی نے یہودی کو مارا ہے؟ یہ جو آپ کا آنا ہے' آپ کا تعاون ہے' بڑے جھوم جھوم کر نعتیں سنی ہیں' پیسے دیئے ہیں' مدد کی ہے کیا یہ سب کچھ آپ نے کیا ہے؟ نہیں یہ سب کچھ مالک دو جہاں ﷺ کا ہی کرم ہے۔ ہم کچھ نہیں کرتے سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تو سمجھے کہ نیکی تجھ سے ہوئی ہے' نیکی ان سے ہوئی ہے ہاں گناہ مجھ سے ہوا ہے اور محبوب دو جہاں ﷺ کے صدقے بخشش ملتی ہے۔

اللہ رے جہنم کیا اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفیٰ ﷺ نے دریا بہا دیئے ہیں
ڈر تھا کہ عصیاں کی سزا اب ہو گی کہ روز جزا
دی ان کی رحمت نے صدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اس سے بڑھ کر اور کیا چاہتے ہو؟ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق میں نے آج ایک خاص چیز پڑھی ہے وہ عرض کر دیتا ہوں کہ ایک آدمی آیا اور عرض کیا کہ حضرت صاحب میری زمین پر بادشاہ نے قبضہ کر لیا ہے اور وہ بادشاہ آپ کے فلاں مرید کا مرید ہے۔ آپ اپنے مرید کو رقعہ لکھ

دیں کہ وہ بادشاہ سے میری زمین واپس دلا دے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ رقعہ نہیں لکھتا بلکہ میں خود آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ پہلے تو بادشاہ کو اطلاع دے کر جاتے تھے اور اس دفعہ اپنی آمد کی اطلاع نہ دی اور اجمیر شریف سے چل کر دہلی پہنچ گئے۔ آپ کے مرید کو بھی علم ہو گیا اور آپ کی آمد کی اطلاع بادشاہ کو بھی ہو گئی۔ وہ حاضر ہوا اور بڑی آؤ بھگت بھی کی اور عرض کیا کہ اس طرح خلاف معمول بغیر اطلاع دیئے کیونکر تشریف آوری ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک بندہ میرے ساتھ ہے یہ دہقان ہے' کسان ہے۔ اس کی زمین پر تو نے قبضہ کر لیا ہے وہ واپس کر دو۔ وہ بادشاہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا کہ حضرت صاحب آپ نے خود تکلیف فرمائی' آپ کوئی بندہ غلام بھیج دیتے' رقعہ بھیج دیتے' آپ اس کسان کو ہی پیغام دے کر بھیج دیتے' میں سر آنکھوں پر رکھتا۔ آپ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جب اس نے میرے سامنے سوال کیا تو محبوب کریم ﷺ کی رحمت آ کر اس پر چھا گئی اور میرا دامن پکڑ کر فرمانے لگی کہ اس کے ساتھ جاؤ۔ میں وہیں بیٹھا عبادت کرتا رہتا تو کچھ فائدہ نہ ہوتا میں نے سائل کے ساتھ چل کر اس کا کام کیا ہے تو میں نے رحمت پا لی ہے۔ یہ کرم ہے ان کا اجمیر شریف دہلی کے قریب نہیں ہے۔ خاصا دور ہے' جی ہاں یہ اجمیر شریف دہلی سے ۲۶۵ میل دور ہے تو حضرت صاحب بنفس نفیس اس غریب آدمی کے ساتھ گئے۔ اس لئے ہی تو وہ ہیں ''غریب نواز''۔ یہ محبوب کریم ﷺ کی رحمت ہے اور اولیاء اللہ کے صدقے ان کے طفیل ملتی ہے اور صرف اولیاء کرام کا نام لینے سے ہی مل جاتی ہے۔ حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا نام لیں' اجمیر شریف والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کا نام لیں' داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا نام لیں صرف نام لے لیں کام بن جائے گا۔

سید ہجویر مخدوم امم
مرقد او پیر سنجر را حرم

اے داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ آپ زمانے کے سردار ہیں اور آپ کی قبر کو یہ عظمت ہے کہ جو کام لوگوں کے لئے خانہ کعبہ کر رہا ہے وہی آپ کی قبر انور یہاں لوگوں کے لئے کر رہی ہے۔ داتا صاحب کے دربار میں کوئی جا کر دو رکعت نماز با جماعت ادا کرے۔ اسی وقت بخشا جاتا ہے۔ کوئی اگر جا کر کسی ولی کی دہلیز کو بوسہ دیدے تو محبوب کریم ﷺ اپنے پاؤں مبارک کا بوسہ نصیب کرتے ہیں کہ تو نے میرے ولی کے دروازے کو اس کے غلاموں کی نسبت والوں کی عقیدت والوں کی گزرگاہ کو بوسہ دیا ہے جا تو میرے پاؤں چوم لے۔ عرش معلیٰ محبوب کریم ﷺ کے پاؤں کو بوسہ دیتا ہے۔ تجھے اگر محبوب کریم ﷺ کے پاؤں مبارک کا بوسہ نصیب ہو جائے تو پھر تو عرش معلیٰ سے بھی اوپر چلا جائے گا اور محسن کائنات ﷺ کے پاؤں کو بوسہ دینا سنت جبرائیل علیہ السلام ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ فرشتوں کے ہونٹ بھی محبوب ﷺ کی خدمت کے لئے بنے ہیں۔ گھر میں جائیں اگر کوئی خورد و نوش کا ٹکڑا زمین پر پڑا ہوا دیکھیں تو اٹھا کر صاف کریں بسم اللہ پڑھ کر کھا جائیں یہ سمجھ کر کہ یہ میرے آقا ﷺ کی سنت ہے تو راحت جاں ﷺ اپنے ہاتھ

سے تمہیں کھانا کھلائیں گے۔ یہ شرف ہے محبوب کریم ﷺ کا جسے بھی وہ عنایت فرما دیں۔ رحمت دوجہاں ﷺ کے کرم کا تذکرہ کرو تو پھر اپنی جھولیاں بھرلو۔ دل وجان سے محبوب کریم ﷺ کی جس شان کو تسلیم کرلوگے تو وہ شان آپ میں آجائے گی۔ انکار کروگے تو ختم ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ انکار سے بچائے۔ منافقین کافرین ومشرکین کے اعمال انکار کے باعث اکارت جائیں گے۔ منافق محبوب کریم ﷺ کی عظمت کونہیں مانتا۔ ایسی توحید جس میں محبوب کریم ﷺ کی حقارت ہو۔ کرکری ہو وہ توحید نہیں بے ایمانی ہے ایسی توحید جس میں نبی ﷺ کی نفی ہو وہ بے ایمانی ہے۔ اللہ کی ایسی تعریف جس میں سے محبوب کبریاء ﷺ کی توہین نکلے وہ منافقت ہے' کفر ہے' بے ایمانی ہے۔ نعت مصطفیٰ ﷺ ہی کام آنی ہے' تعریف مصطفیٰ ﷺ ہی کام آئے گی۔ اللہ تعالیٰ یہ تعریف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ادب

اللہ قادر وکریم کلام مجید میں متعدد مقامات پر ارشاد فرماتا ہے کہ جولوگ ایمان لاتے ہیں' کلام الٰہی کو برحق مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر عمل کرتے ہیں۔ وہ جنت کے مستحق ہوں گے۔ جہاں ہر قسم کے عیش وعشرت کے سامان مہیا ہیں اور جولوگ دنیا کے عیش وعشرت میں مشغول ہوکر اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ جہاں طرح طرح کے عذاب ہیں۔ چونکہ صحابہ کو اللہ قادر وکریم ومحبوب کریم ﷺ کے ارشاد پر یقین واثق اور عشق کامل تھا۔ اس لئے وہ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے تھے کہ ایسے کام کریں جس کے باعث دوزخ سے محفوظ رہ کر جنت کے مستحق ہو جائیں' جہاں اس محبوب حقیقی کے جمالِ لایزل کے مشاہدہ سے بہرور ہوں گے۔

یوں تو ہر مسلمان کا دعویٰ ہے کہ میں جو کام کرتا ہوں وہ اچھا ہے اور اپنے آپ کو اچھا ظاہر کرتا ہے حتیٰ کہ ایک بدکردار بھی اپنے آپ کو نیکوکار سمجھتا ہے۔

ہر کسے خود رانماید بایزید
نیک چوں بینی بہاند بایزید

مگر صحابہ کرام کے حالات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ہمارے اوران کے اعمال وافعال میں کیا نسبت ہے اوران کو اللہ کریم اور محبوب کریم ﷺ کے ساتھ کس درجہ کا عشق تھا اور ہم کو کتنا۔

صحابہ محبوب کریم ﷺ کی نظر میں

محترم سامعین کرام! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ لوگ تھے جن کی افضلیت پر محبوب کریم ﷺ نے خود گواہی دی ہے۔ چنانچہ دیلمی نے سند فردوس میں ذکر کیا ہے۔ عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله عزو جل نظر فى قلوب العباد فلم يجد فلما اتقى من قلوب اصحابى ولذلك اختارهم فجعلهم صحابا فلما استحسنوا فهو عند الله حسن و ما استفجوا فهو عند الله قبيح ''فرمایا محبوب دوجہاں ﷺ نے اللہ تعالیٰ نے کوئی

قلب میرے صحابہ کے قلوب سے زیادہ پاکیزہ نہیں دیکھا اس لئے ان کو میری صحابیت کے لئے پسند فرمایا۔ جو کچھ وہ اچھا سمجھیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا ہے اور جو برا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برا ہے''۔

صحابہ کے دلوں میں عظمت محبوب ﷺ

غرض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں محبوب کریم ﷺ کی بڑی عظمت تھی اور وہ آپ کے آداب کی رعایت رکھتے تھے۔ باجود اس کے کہ اگر کسی سے بتقضائے بشریت یا سادگی سے کوئی ایسی حرکت ہو جاتی جس میں بے ادبی کا شائبہ ہوتا تو ساتھ ہی کلام الٰہی میں تنبیہ اور زجر و توبیخ نازل ہوتی جس سے سب ہوشیار ہو جاتے۔ غرض محبوب کریم ﷺ کی زندگی میں صحابہ کرام کے قلوب میں آپ کی تعظیم و تکریم اس قدر جاگزیں تھی کہ رحمت دوجہاں ﷺ کے روبرو بات نہ کر سکتے تھے اور اگر ان کو کچھ دریافت کرنا ہوتا تو کئی دنوں تک خاموش رہتے اور موقع کے منتظر رہتے یا کسی دیہاتی کی فکر میں رہتے کہ وہ آکر جان کائنات ﷺ سے کچھ پوچھے اور ہم استفادہ کریں۔ کیونکہ وہ محبوب دوجہاں ﷺ کی تعظیم و اجلال کے باعث خود دریافت نہ کر سکتے تھے اور جب مجلس شریف میں آکر بیٹھتے تو بالکل بے حس و حرکت سر نیچے کئے بیٹھے رہتے کبھی نگاہ اٹھا کر بھی محبوب کریم ﷺ کی طرف نہ دیکھتے۔

ادب کی تعریف

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آداب کما ینبغی تحریر میں نہیں آسکتے کیونکہ ادب ایک کیفیت قلبی کا نام ہے جس سے مختلف اقسام کے آثار و افعال ظہور میں آتے ہیں۔ اس کو بیان کرنا امکان سے خارج ہے مگر چند آثار بیان کئے جاتے ہیں۔ جن سے غرض یہ ہے کہ مسلمان ان حضرات کی کیفیت قلبی کو پیش نظر رکھ کر اس قسم کی کیفیت قلبی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ (مزید تفصیل ہماری کتاب ''بزم محبوب ﷺ''، ''تعظیم و توقیر محبوب ﷺ'' اور ''محبت اور محبوب ﷺ'' میں ملاحظہ فرمائیں)۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا طریق ادب رسول ﷺ

☆ صحیح بخاری میں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز محبوب کبریاء ﷺ قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں صلح کرانے کے واسطے تشریف لے گئے۔ جب نماز کا وقت ہوا تو موذن نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھ کر اقامت کہی اور انہوں نے امامت کی۔ اس عرصہ میں رحمت دوجہاں ﷺ بھی تشریف فرما ہو گئے اور صف میں قیام فرمایا۔ جب نمازیوں نے رحمت دوجہاں ﷺ کو دیکھا تو دستک دینے لگے اس غرض سے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خبردار ہو جائیں کیونکہ ان کی عادت تھی کہ نماز میں کسی طرف دیکھتے نہ تھے۔ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دستک کی آواز سنی تو گوشۂ چشم سے دیکھا کہ راحت جاں ﷺ تشریف فرما ہیں۔ لہذا پیچھے ہٹنے کا قصد کیا اس پر مالک دوجہاں ﷺ نے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی ہی جگہ قائم رہو۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اس نوازش پر کہ مالک دوجہاں ﷺ نے مجھے امامت کا حکم

فرمایا، اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہو گئے اور محبوب کبریاء ﷺ آگے بڑھے جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) جب میں خود تمہیں حکم کر چکا تھا تو تم کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے سے کون سی چیز مانع ہوئی تھی؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ابی قحافہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ ان یصلی بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "رسول اللہ ﷺ کے آگے بڑھ کر نماز پڑھائے"

توجہ طلب امر:

اب یہاں گہری نظر کی ضرورت ہے کہ باوجودیکہ مالک کائنات ﷺ نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پیچھے ہٹنے سے منع فرمایا مگر ان سے امتثال نہ ہو سکا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ سورۃ حشر میں ارشاد فرماتا ہے۔ وما اتکم الرسول فخذوہ وماتھکم عنہ فانتھو "اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو"۔

☆ کنز العمال میں ہے کہ ایک اعرابی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس نے کہا پھر کیا ہو؟ آپ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بعد خالفہ ہوں۔

خالفہ کی تعریف:

جوہری نے صحاح میں لکھا ہے کہ خالفہ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی گھر کے سب لوگوں میں ایسا ہو۔ جس میں کچھ خیر نہ ہو۔ چونکہ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ادب نے اجازت نہ دی کہ اپنے آپ کو اس لفظ کا مصداق سمجھیں اس لئے اس کو ایسے طور سے بدلا۔ جس میں مادہ خلافت باقی رہے اور ادب بھی ہاتھ سے نہ جائے حالانکہ آپ کی خلافت احادیث صحیحہ سے صراحۃً ثابت ہے۔

دعویٰ برابری کی حقیقت:

مقام غور ہے کہ جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو محبوب کبریاء ﷺ کے خلیفہ کہنے میں تامل کرتے رہیں تو اب ان لوگوں کو کیا کہیں جو کمال فخر سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ برابری اور بھائی بننے کی نسبت لگاتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ اس برابری سے ان کا مقصود کیا ہے؟ اگر ان کو اپنی فضیلت ظاہر کرنا منظور ہے تو وہ خصوصیات حضور کہاں ہیں جو نہ کسی نبی مرسل کو نصیب ہوئیں اور نہ کسی فرشتہ مقرب کو ملیں۔

کافراں دید ند احمد را بشر
ایں تمی دانند کہ آں شق القمر
گر بصورت آدمی انسان بدے
احمد و بوجہل خود یکساں بدے

افسوس ان لوگوں کو اتنی سمجھ نہیں کہ

در محفلے کہ خورشید اندر شمار ذرہ ہست
خود را بزرگ دیدن شرط ادب نباشد

☆ ایک مرتبہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ نے کفر کی حالت میں محبوب کبریاء ﷺ کی شان میں کوئی ناشائستہ کلمہ منہ سے نکالا۔ اس پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فوراً ان کے منہ پر طمانچہ کھینچ مارا۔ محبوب کبریاء ﷺ نے دریافت فرمایا تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس وقت میرے پاس تلوار نہ تھی ورنہ اس گستاخی پر اس کی گردن اڑا دیتا۔ اسی وقت آپ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔ لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اباء ہم او ابناء ہم او اخوانہم او عشیرتہم اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدہم بروح منہ ویدخلہم جنت تجری من تحتہا الانہر خلدین فیہا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ہم المفلحون ''تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے محبوب رسول (ﷺ) سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں''۔

یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں اللہ قادر وکریم ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

☆ جب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت میں منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے تو منبر کے جس درجے پر محسن کائنات ﷺ بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس سے نیچے کے درجے پر بیٹھے کہ

بجائے بزرگاں شستن خطا است

پھر جب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ایام خلافت میں اسی منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینا چاہا تو اس درجہ سے بھی نیچے کے درجے پر بیٹھے کیونکہ ان کے نزدیک مقام محبوب کریم ﷺ کے ادب کے ساتھ خلیفہ محبوب کریم ﷺ کے مقام کا ادب بھی واجب تھا۔

از خدا خواہیم ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا طریق ادب

☆ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مکان کی چھت پر ایک پرنالہ تھا۔ ایک روز حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

نئے کپڑے پہنے ہوئے مسجد کو جا رہے تھے۔ جب اس پرنالے کے قریب پہنچے۔ اتفاق سے اس دن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر دو مرغ ذبح کئے جا رہے تھے۔ یکا یک ان کا خون اس پرنالے سے ٹپکا اور اس کے چند قطرے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کپڑوں پر پڑ گئے۔ آپ نے اس پرنالے کے اکھاڑ ڈالنے کا حکم صادر فرمایا۔ لوگوں نے فوراً اس پرنالے کو اکھاڑ دیا اور آپ گھر واپس آ کر دوسرے کپڑے پہن کر مسجد میں تشریف لائے۔ ادائے نماز کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آ کر کہنے لگے۔ یا امیر المومنین! خدا کی قسم اس پرنالے کو جسے آپ نے اکھیڑ ڈالا ہے۔ محبوب کبریاء ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس جگہ لگایا تھا۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ سن کر نہایت مضطرب اور پریشان ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اے عباس! میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ اپنے پیر میرے کندھے پر رکھ کر اس پرنالے کو جیسا محبوب کریم ﷺ نے لگایا تھا' اس جگہ پر لگا دو چنانچہ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی درخواست پر اس کو پہلی جگہ پر لگا دیا۔

دیکھئے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے دل میں رحمت دو جہاں ﷺ کی کس قدر عظمت اور عزت تھی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ادب محبوب ﷺ

طواف کعبہ سے انکار:

☆ جب مالک دو جہاں ﷺ نے حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قریش کی طرف جنگ حدیبیہ میں صلح کے لئے بھیجا تو قریش نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو طواف کرنے کی اجازت دی لیکن آپ نے طواف کرنے سے انکار کیا اور اپنے پروردگار کے حکم یایھا الذین امنوا لاتقدموا بین یدی الله ورسوله ''اے ایمان والو اللہ اور اس کے محبوب رسول (ﷺ) سے آگے نہ بڑھو''۔ اپنے آقائے نامدار کا ادب و تعظیم مد نظر رکھ کر فرمایا۔ ماکنت لا فعل حتی یطوف رسول الله صلی الله علیه وسلم ''میں طواف نہ کروں گا جب تک میرے مولا محبوب کریم ﷺ طواف نہ کریں گے''۔

محترم سامعین کرام! حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ شریف کے طواف کرنے کے مقابلے میں (جو عبادت میں داخل ہے) محبوب کبریاء ﷺ کے رعایت ادب کو افضل جانا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ مدارج النبوت میں لکھتے ہیں کہ کوئی عبادت محبوب کریم ﷺ کی رعایت ادب کے برابر نہیں ہے۔

☆ اسی طرح مالک دو جہاں ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام اور تابعین عظام محسن کائنات ﷺ کی حدیث اور کلام کے ذکر کے وقت آپ کی تعظیم و توقیر فرمایا کرتے اور آپ کا ادب کو ملحوظ رکھتے تھے۔

☆ کنز العمال میں حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں اسلام میں چوتھا شخص ہوں اور میرے نکاح میں محبوب دو جہاں ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے دی ہیں اور میں نے جب سے اپنا داہنا ہاتھ رحمت دو جہاں ﷺ کے دست مبارک سے ملایا ہے اس دن سے میں نے اس ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو کبھی نہیں چھوا (کیمیائے سعادت)۔

ادب کا یہ وہ مرتبہ عظمیٰ ہے جس پر ہر شخص مکلف نہیں بلکہ یہ صرف حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہی حصہ تھا۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ واذا اتی الخلاء فلا یمس ذکرہ بیمینہ ولا یتمسح بیمینہ "جب کوئی پاخانے جائے تو دائیں ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو نہ چھوئے نہ اس سے نجاست پونچھے"۔ دوسری حدیث شریف ہے۔ کانت یدرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیمنی لطھورہ وطعامہ وکانت یدہ الیسری لخلاء ہ وماکان من اذی "جناب محبوب کبریاء ﷺ کا دایاں ہاتھ وضو کرنے اور کھانے کے لئے تھا اور آپ کا بایاں ہاتھ پاخانہ میں ڈھیلا استعمال کرنے اور ہر مکروہ چیز کے لئے تھا"۔

ان حدیثوں سے ثابت ہے کہ دائیں کو بائیں ہاتھ پر اس قدر برتری ہے کہ پاخانہ وغیرہ کی حالت میں اسے مکروہ ونجس اشیاء کو چھونے سے بچایا جائے اور اس خدمت کے لئے صرف بائیں ہاتھ کو مخصوص کر لیا جائے مگر حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس فضیلت کی بناء پر کہ ان کا ہاتھ ایک مرتبہ جناب رحمت دو جہاں ﷺ کے مبارک ہاتھ سے چھو چکا ہے' اس کے شرف کو اس قدر وسیع اور عام کر لیا کہ خلاء وغیرہ کی حالت میں بھی مدت العمر اس سے مسِ ذکر نہ کیا یعنی دائیں ہاتھ کی جو فضیلت حالت خلاء میں مسِ ذکر سے منع تھی۔ وہ محبوب کبریاء ﷺ کے ہاتھ کو چھونے کے باعث اس قدر وسیع کر لی کہ غیر خلاء کی حالت میں بھی اس سے مسِ ذکر گوارا نہ کیا۔ یا یوں سمجھیں کہ اگر شرح نے دائیں ہاتھ سے مسِ ذکر کرنے سے اس لئے منع کیا ہے کہ وہ بائیں سے اشرف ہے تو حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کے عدم مسِ ذکر کی علت بجائے اس کے دایاں ہونے کے اس امر کو قرار دیا کہ وہ محبوب کریم ﷺ کے ہاتھ کے ساتھ چھو چکا ہے۔ فافہم۔

مقام غور:

اب ایک اور پہلو پر نظر کرنی چاہئے یعنی اگر اس ہاتھ میں کسی قسم کی برکت پیدا ہو گئی تھی تو شرمگاہ میں کون سی برائی رکھی تھی' جس کو وہ متبرک ہاتھ لگانا مذموم سمجھا گیا۔ حالانکہ احادیث وآثار سے مصرح ہے کہ وہ ایک عضو ہے مثل اور اعضاء کے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

☆ عن قیس بن کلق ان اباہ حدنہ ان رجلا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل مس ذکرہ ایتوضوء قال ھل ھو الا بضعة من جسدك "موطا امام محمد قیس بن طلق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے محبوب کبریاء ﷺ سے پوچھا کہ کیا آلۂ

تناسل کے چھونے سے وضوٹوٹتا ہے' فرمایا وہ تو ایک ٹکڑا ہے تیرے جسم کا''۔

☆ عن علی ابن ابی طالب قال ما ابالی ایاہ امس او الفی او اذنی موطاامام محمد میں مروی ہے کہ ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ ذکر کو مس کروں یا ناک کو یا کان کو' یعنی ان تمام اعضاء کے چھونے کا ایک ہی حکم ہے''

☆ عن ابراھیم ان ابن مسعود سبل عن الوضوء من مس الذکر فقال ان کان نجسا فاقطعه یعنی موطاامام محمد میں ابراہیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مسِ ذکر سے وضوٹوٹتا ہے یا نہیں؟ کہا کہ اگر وہ نجس ہے تو اس کو کاٹ ڈال''۔

☆ الحاصل شرعا بول و براز کی حالت کے سوا دیگر حالت میں مسِ ذکر میں کوئی کراہت نہیں البتہ اگر کراہت ہے تو طبعی ہے پھر اس کی کراہت طبعی کو ادب نے وہاں اس درجہ بڑھایا کہ مشابہ بلکہ زیادہ کراہت شرعی سے کر دیا جس کی وجہ سے حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ عمر بھر اس فعل سے بچتے رہے۔

ادب کی حقیقت:

اس سے معلوم ہوا کہ ادب ایک ایسی چیز ہے کہ اپنا پورا اثر کرنے میں نہ منتظر امر ہے' نہ محتاج نظیر بلکہ اہل ایمان میں وہ ایک قوت راسخہ ہے جس کو خاص ایمان کے ساتھ تعلق ہے اور اس کا منشا عظمت وقوت اس شخص یا اس چیز کی ہے جس کے آگے ادب کرنے والا اپنے کو کم درجہ اور حقیر سمجھتا ہے۔(مزید تفصیل ہماری کتاب ''آداب محبت اور آداب محبوب ﷺ'' میں ملاحظہ فرمائیں)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ادب محبوب ﷺ

☆ صحیح مسلم میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب وہ صلح نامہ لکھا جو محبوب کبریاء ﷺ کے اور کفار کے درمیان حدیبیہ کے دن ٹھہرا تھا۔ جس میں یہ عبارت تھی۔ھذا ما کاتب علیه محمد رسول الله تو مشرکوں نے کہا کہ لفظ رسول اللہ نہ لکھو۔ کیونکہ اگر رسالت مسلم ہوتی تو پھر لڑائی کیا تھی۔اس پر محبوب کبریاء ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس لفظ کو مٹا دو۔انہوں نے عرض کیا کہ میں وہ شخص نہیں ہوں جو اس لفظ کو مٹا سکوں لہٰذا مالک دو جہاں ﷺ نے خود اس کو اپنے ہاتھ سے مٹایا

اب یہاں تعمق نظر کی ضرورت ہے باوجودیکہ مالک دوجہاں ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لفظ رسول اللہ مٹانے کا امر فرمایا تھا مگر ان سے امتثال نہ ہوسکا۔حالانکہ اللہ تعالیٰ سورۃ حشر کے پہلے رکوع میں ارشاد فرماتا ہے۔وماآتکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنه فانتھو ''اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو'' اور سورۃ احزاب کے پانچویں رکوع میں ارشاد ہے۔ وما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی الله ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من

امرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبينا ''اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) کچھ حکم فرمائیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بے شک صریح گمراہی میں ہے''۔

امتثال امر نہ ہونے کی وجہ:

یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے جس کے دفعیہ کے لئے تعمق نظر درکار ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس کا تو احتمال ہی نہیں ہوسکتا کہ ان حضرات سے دول حکمی عمل میں آئے۔ وہ بھی کسی موقع پر جبکہ خود مالک دو جہاں ﷺ بنفس نفیس روبرو حکم فرما رہے ہیں اور اس کا بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ ان حضرات میں گویا سرتابی کا مادہ ہی نہ تھا۔ اس سے بڑھ کر اختیار کیا ہو کہ ایک اشارہ پر جان دینا ان کے سامنے کوئی بڑی بات نہ تھی اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ عدول حکمی خلاف مرضی الٰہی اور رسول ﷺ تھی۔ کیونکہ اگر یہ بات ہوتی تو خود مالک دو جہاں ﷺ ان کو زجر و توبیخ فرما دیتے بلکہ کوئی آیت نازل ہو جاتی۔ اس لئے کہ ان حضرات کی تادیب کا لحاظ پیش از پیش مرعی تھا۔ اس وجہ سے کہ وہ حضرات ایک عالم کے مقتدا ہونے اور دنیا کے لئے نمونہ بننے والے تھے۔ غرض ان تمام امور پر نظر ڈالنے سے پریشانی ہوتی ہے مگر یہ خلجان اس طرح سے رفع ہوسکتا ہے کہ ان حضرات کا پاس ادب جو سچے دل سے تھا وہ کچھ ایسا بافروغ تھا کہ اس کے مقابلہ میں وہ عدول حکمی قابل التفات نہ ہوئی اگر اس حالت کو خیال کیجئے۔ بشرطیکہ دل میں وقعت و عظمت سید عالم ﷺ کی کامل طور پر ہو۔ تو معلوم ہوگا کہ ان حضرات کے دلوں کا اس وقت کیا حال ہوگا۔ ادھر خود بنفس نفیس سید المرسلین ﷺ بالمواجہ حکم فرما رہے ہیں اور ایک طرف سے آیات و احادیث بآواز بلند کہہ رہی ہیں کہ خبردار امر واجب الانقیاد سے سر مو انحراف نہ ہونے پائے اور ادھر ادب کا دل پر اس قدر تسلط ہے کہ امتثال کے لئے نہ ہاتھ یاری دیتے ہیں نہ پاؤں۔ آخر ان بزرگوں کو ادب و محبت نے اس قدر مجبور کیا کہ امتثال امر ہو ہی نہ سکا اور انہوں نے وہی کیا جو مقتضائے ادب و محبت تھا۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب نص قطعی کے مقابلہ میں آخر ادب ہی کی ترجیح ہوئی۔ تو دین میں اس کو کس قدر باوقعت اور ضروری چیز سمجھنا چاہئے۔

شد ادب جملہ طاعت محمود

طاعت بے ادب ندارد سود!

محترم قارئین کرام! مزید سمجھئے۔

☆ شفا قاضی عیاض میں مروی ہے کہ جنگ خیبر کی واپسی میں منزل صہبا پر محبوب کبریاء ﷺ نے نماز عصر ادا فرمائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جماعت میں شامل نہ ہوسکے۔ تو آپ نے اسی وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانوئے مبارک پر سر رکھ کر آرام فرمایا۔ چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی اس لئے اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے کہ نماز عصر کا وقت گزر رہا ہے جو سب نمازوں سے افضل ہے اور جس کی تاکید قرآن مجید میں بتکرار عطف فرمائی۔ حافظوا على الصلوات

والصلوۃ الوسطی "نگہبانی کروسب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی" (سورۃ بقرہ)۔
دوستو! خندق کے دن خود محبوب کبریاء ﷺ نے نمازِ عصر کے فوت ہو جانے پر کفار کے واسطے یہ بددعا فرمائی۔ حبسونا عن صلوۃ الوسطی صلوۃ العصر ملاء اللہ یزنھم وقبور ھم نارا "ان کفار نے ہمیں نماز وسطیٰ یعنی نماز عصر سے روکا' اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے" باوجود اتنی تاکید کے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمداً نماز عصر کو ترک کیا۔ محض اس خیال سے کہ اگر میں اپنا زانو ہلاؤں گا تو راحت جاں ﷺ بیدار ہو جائیں گے اور آپ کے خواب میں خلل آ جائے گا۔ لہٰذا آپ نے محض محبوب کریم ﷺ کی اطاعت کے باعث زانو کو نہ ہلایا۔ حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور نماز عصر کا وقت جاتا رہا۔ مگر جب محبوب کریم ﷺ بیدار ہوئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز فوت ہو جانے کا حال عرض کیا۔ راحت دوجہاں ﷺ نے دعا فرمائی کہ یا قادر و کریم! اگر علی تیری اطاعت میں تھا تو پھر سورج کو طلوع کر دے پس اسی وقت ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نہایت تسکین کے ساتھ نماز عصر ادا کی۔ پھر سورج حسب معمول غروب ہو گیا۔ بقول حدائق بخشش۔

مولیٰ علی نے واری تیری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

فرمانبرداری محبوب ﷺ ہر حال میں واجب ہے:

الغرض اطاعت و فرمانبرداری محبوب ﷺ کی ہر امر میں واجب و لازم ہے جس نے تصدیق رسالت کی مگر اتباع و اطاعت محبوب کریم ﷺ نہ کی وہ گمراہ ہے۔

حدیث مبارکہ کی تصدیقات :

اس حدیث کو روایت کیا طحاوی نے مشکل الآثار میں دو طریق سے ایک روایت اسما بنت عمیس سے دوسری فاطمہ بنت حسین سے۔ قاضی عیاض نے شفا میں۔ سیوطی نے اور حافظ ابن سید الناس نے بشری اللبیب میں اور اس حدیث کے دونوں طریق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ۱۱۴۴ء میں مدینہ منورہ میں اپنے استاد شیخ ابو طاہر سے مسلسل فاطمہ بنت حسین تک اور اسماء بنت عمیس تک ازالۃ الخفاء میں نقل کئے ہیں۔
ازالۃ الخفاء میں ہے کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے۔ لیکن اس کے جواب میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں لکھا ہے کہ ابن جوزی حدیثوں کے موضوع کہنے میں بہت جلدی کرنے والے ہیں۔ بہر کیف یہ حدیث صحیح ہے۔
صواحق میں ہے کہ عراق کی ایک جماعت مشائخ ابوالمنصور مظفر بن اردشیر قبادی رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ میں حاضر تھی جبکہ وہ نماز عصر کے بعد وعظ فرما رہے تھے اور یہ حدیث اور اہل بیت کے فضائل بیان کر

رہے تھے کہ یکا یک ابر آیا اور سورج چھپ گیا۔ لوگوں نے گمان کیا کہ سورج غروب ہوگیا پس آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر سورج کو اشارہ کیا اور تین اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ ہے۔

کر رہا ہوں میں بتوفیق خدا
نعت و مدح مصطفےٰ و مرتضیٰ

تو نہ ڈوب اے شمس تاباں پر ضیا
سن لے تو بھی وصف آل مصطفےٰ

وہ جماعت حاضرین کہتی ہے کہ اسی وقت ڈوبا ہوا سورج پھر نکل آیا ہے۔

اولیاء راہست قدرت ازالہ
تیر جستہ باز گردا نند زراہ

حضرات قباث عثمان و عباس رضی اللہ عنہ اور ادب محبوب ﷺ

☆ بیہقی نے دلائل النبوت میں ابی الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عبدالملک بن مروان نے قباث بن اشیم رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم اکبر ہو یا رسول اللہ ﷺ اکبر تھے۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اكبر منى و انا اسن منه ''انہوں نے جواب دیا کہ محبوب کبریاء ﷺ مجھ سے بڑے تھے اور میں عمر میں ان سے زیادہ ہوں''۔ اس لئے کہ محبوب کریم ﷺ کی ولادت شریف عام فیل میں ہے اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ میری والدہ صاحبہ اسی ہاتھی کی لید کے پاس مجھے لے کر کھڑی تھیں۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں قباث رضی اللہ عنہ سے اسی قسم کا سوال کیا تھا اور انہوں نے ان کو بھی یہی جواب دیا تھا کہ محبوب کریم ﷺ اکبر تھے اور میری ولادت پیشتر ہے (بیہقی)۔

☆ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کا سوال ہوا تھا۔ آپ نے بھی یہی جواب دیا کہ محبوب کریم ﷺ اکبر تھے اور میری ولادت پیشتر ہے (کنز العمال)۔

کنز العمال میں یزید بن الاصم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کبریاء ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے استفسار فرمایا کہ میں بڑا ہوں یا تم۔ عرض کیا کہ آپ اکبر ہیں اور اکرم ہیں اور میری عمر زیادہ ہے۔

اس ادب کو دیکھئے باوجود یکہ اس موقع پر لفظ اکبر اور اسن دونوں کے ایک ہی معنی ہیں مگر اس لحاظ سے کہ لفظ اکبر مطلق بزرگی کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے لہٰذا صراحۃً اس کی نفی کر دی اور مجبوراً لفظ اسن کو ذکر کیا کیونکہ صراحۃً مقصود پر دلالت کرنے والا سوائے اس کے کوئی لفظ نہ تھا۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تعظیم خود محبوب کریم ﷺ کیا کرتے تھے اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادب میں یہ حال ہو تو پھر ہم کو کس قدر ادب کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ مگر افسوس ہے آج کل کے بعض بے ادب اور گستاخ فرقوں پر جو

شب و روز آیات و حدیث سے کرید کرید کر من گھڑت معانی بنا کر مالک دو جہاں ﷺ کی تنقیص شان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بے ادبوں کو رشد و ہدایت بخشے تاکہ وہ بے ادبی اور گستاخی کے باعث دوزخ کا ایندھن بننے سے محفوظ رہیں۔

از خدا خواہیم توفیق ادب

بے ادب محروم ماند از فضل رب

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور ادب محبوب ﷺ

ابو داؤد میں عبد بن فیروز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے میں نے پوچھا کہ کن جانوروں کی قربانی درست نہیں/ انہوں نے کہا کہ رحمت دو جہاں ﷺ ہم لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ چار قسم کے جانور ہیں جن کی قربانی درست نہیں۔ ایک وہ جس کی آنکھ پھوٹی ہو' دوسرا وہ جو سخت بیمار ہو' تیسرا وہ جس کا لنگ ظاہر ہو اور چوتھا وہ جو نہایت دبلا ہو۔ اس کو آپ نے اپنی انگلیوں کے اشارے سے تشریح فرمائی لیکن میری انگلیاں محبوب کریم ﷺ کی انگلیوں سے چھوٹی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ محسن کائنات ﷺ نے خطبہ میں پہلے دست مبارک کے اشارے سے تعین فرمادی کہ چار جانور ہیں جن کی قربانی درست نہیں پھر ان کی تفصیل کی۔ براء بن عازت رضی اللہ عنہ نے جب اس واقعہ کو بیان کیا تو ادب نے اجازت نہ دی کہ حاکم کائنات ﷺ کے دست مبارک کی حکایت اپنے ہاتھ سے کی جائے لہذا اظاہر کیا کہ میری انگلیاں چھوٹی ہیں جن کو محبوب کبریاء ﷺ کی انگلیوں کے ساتھ کچھ نسبت نہیں ہے۔

اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ چار کا اشارہ ہاتھ سے کرنے میں مقصود صرف تعین عدد ہے ظاہراً نہ اس میں کوئی مساوات کا شائبہ ہے نہ سوء ادب کا' باوجود اس کے ادب صحابیت نے دست مبارک کی حکایت کو بھی گوارا نہ کیا جس سے تشبیہہ لازم آجاتی تھی اب دوسرے آداب کو اسی پر قیاس کر لینا چاہئے۔

افسوس ان لوگوں کے حال پر جو باوجود مدعی علم ہونے کے محبوب کبریاء ﷺ کی شان میں بے ادبی کے کلمات کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں فہم سلیم عطا فرمائے تاکہ وہ عذاب اخروی سے بچ جائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ادب محبوب ﷺ

☆ صحیح بخاری میں ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے محبوب کریم ﷺ کو مدینہ منورہ کے کسی راستہ میں دیکھا چونکہ میں جنبی تھا۔ اس لئے میں چھپ گیا۔ پھر غسل کر کے حاضر خدمت اقدس ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)! تم کہاں تھے؟ عرض کیا کہ مجھے نہانے کی ضرورت تھی اس لئے میں نے آپ ﷺ کے ساتھ بغیر طہارت کے بیٹھنے کو مکروہ سمجھا۔ فرمایا۔ سبحان اللہ ان المؤمن لاینجس ''پاک ہے اللہ تعالیٰ' مومن نجس نہیں ہوتا''۔

محترم قارئین کرام! توجہ فرمائیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حالت میں جو الگ ہو گئے تو اس

سے ظاہر ہے کہ محبوب کریم ﷺ کی کمال درجہ کی عظمت ان کے دل میں موجود تھی جس نے ان کی عقل کو مقہور کر کے ان کے دل کو اس ادب پر مجبور کر دیا تھا ورنہ وہ جانتے تھے کہ جنابت کا جسم میں سرایت کرنا ایک امر حکمی ہے۔ حسی نہیں جس سے دوسرے کو کراہت ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کا اثر دوسرے تک متعدی نہیں ہوسکتا۔

ادب ومحبت نے جرات نہ کرنے دی:

ہر چند حاکم کائنات ﷺ نے مسئلہ شرعیہ بیان فرمادیا کہ مسلمان نجس نہیں ہوتا مگر کلام اس میں ہے کہ اس حالت میں حاضر ہونے کو انہیں کون سی چیز مانع تھی۔ اگر نعوذ باللہ طبیعت میں بے باکی ہوتی تو خیال کر لیتے کہ اس حالت میں مجالست سے کوئی ممانعت نہیں بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی خیال آ سکتا تھا کہ چل کر تو دیکھئے کہ اگر حاکم کائنات ﷺ منع فرمائیں گے تو ایک مسئلہ معلوم ہو جائے گا۔ خصوصاً اس زمانہ میں کہ ہر روز نئے نئے مسائل معلوم ہونے کی ضرورت سمجھی جاتی تھی بلکہ دراصل بات یہ ہے کہ ادب نے ان کو جرات کرنے نہ دی۔

پھر جان کائنات ﷺ نے جو مسئلہ بیان فرمایا۔ اس سے یہی مقصود معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ شرعیہ معلوم ہو جائے علاوہ اس کے اگر ان کی یہ حرکت ناگوار طبع مبارک ہوتی تو صاف زجر فرمادیتے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ محض محسن کائنات ﷺ کے ادب کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے۔

حضرت اسلع بن شریک رضی اللہ عنہ کا ادب محبوب ﷺ

☆ زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ اسلع بن شریک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رحمت دوجہاں ﷺ کی اونٹنی پر میں کجاوہ باندھا کرتا تھا۔ ایک رات مجھے نہانے کی حاجت ہوئی اور محبوب دوجہاں ﷺ نے کوچ کا ارادہ فرمایا۔ اس وقت مجھے نہایت تردد ہوا کہ اگر ٹھنڈے پانی سے نہاؤں تو مارے سردی کے مرجانے یا بیمار ہو جانے کا خوف ہے اور یہ بھی گوارا نہیں کہ ایسی حالت میں خاص سواری مبارک کا کجاوہ اونٹنی پر باندھوں۔ مجبوراً کسی شخص انصاری سے کہہ دیا کہ کجاوہ باندھے پھر میں نے چند پتھر رکھ کر پانی گرم کیا اور نہا کر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رض اللہ عنہم سے جاملا۔ رحمت دوجہاں ﷺ نے فرمایا اے اسلع! کیا سبب ہے کہ تمہارے کجاوہ کو میں متغیر پاتا ہوں؟ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے نہیں باندھا تھا۔ فرمایا کیوں؟ عرض کیا اس وقت مجھے نہانے کی حاجت تھی اور ٹھنڈے پانی سے نہانے میں جان کا خوف تھا' اس لئے کسی اور کو باندھنے کے لئے کہہ دیا تھا۔ اسلع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ یایھاالزین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم الخ ''اے ایمان والو! جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھو'' (سورۃ مائدہ)۔

جس سے سفر میں تیمم کرنے کی اجازت ملی (درمنشور وطبرانی وغیرہ)۔ سبحان اللہ! کیا ادب تھا کہ جس

کجاوہ میں رسول اللہ ﷺ تشریف رکھتے تھے اس کی لکڑیوں کو حالت جنابت میں ہاتھ لگانا بھی گوارا نہ تھا۔ اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو اس کا منشا محض ایمان دکھلائی دے گا۔ جس نے ایسے پاکیزہ خیالات ان حضرات کے دلوں میں پیدا کر دیئے تھے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ نہ عموماً اس قسم کے امور کی تعلیم تھی نہ صراحۃً ترغیب وتحریص۔ الحاصل جب ان لکڑیوں کا اس قدر ادب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ انبیاء واولیاء کا جس قدر بھی ادب کیا جائے محمود ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور ادب محبوب ﷺ

☆ مصعب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام جعفر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نہایت ہی ہنس مکھ تھے۔ مگر جب محبوب کریم ﷺ کا ذکر ان کے روبرو کیا جاتا تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا اور میں نے انہیں کبھی بلا وجہ حدیث بیان کرتے نہیں دیکھا۔

امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ اور ادب محبوب ﷺ

☆ مصعب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتے یا ان کے پاس رحمت دوجہاں ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا اور محبوب ﷺ کی تعظیم کے باعث جھک جاتے۔ یہاں تک کہ ان کے ہم نشینوں پر گراں گزرتا۔ پس آپ سے ایک دن اس کا باعث دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ لو رایئم ما رایت لما اکفرتم علی ماترون "محبوب کریم ﷺ کی رفعت شان اور عظمت مکان جو میں جانتا ہوں اگر تم اسے جانتے تو ہرگز تم اپنے دیکھے ہوئے پر انکار نہ کرتے"۔

نمی دانم کدا نو بہار جلوہ مے آید
کہ در پرواز آمد رنگ رو گلہائے بستانرا

امام مالک اور حدیث محبوب ﷺ کا ادب:

☆ مصعب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ جب جان کائنات ﷺ کی کوئی حدیث بیان فرماتے تو پہلے وضو کرتے پھر کپڑے وغیرہ پہن کر آراستہ ہوتے پھر حدیث شریف بیان کرتے اور جب کوئی شخص دروازے پر آتا تو لونڈی بھیج کر دریافت فرماتے کہ تم کیوں آئے ہو؟ کوئی حدیث پوچھنے آئے ہو یا مسائل فقہ؟ اگر وہ کہتا کہ مسائل فقہ پوچھنے آیا ہوں تو آپ اسی حالت میں باہر آ کر اسے مسئلہ بتلا دیتے اور اگر وہ کہتا کہ حدیث پوچھنے آیا ہوں تو آپ غسل خانے میں جا کر غسل فرماتے' نئے کپڑے پہنتے' خوشبو لگاتے' عمامہ باندھتے' سبز چادر اوڑھتے اور انکے واسطے خاص اس وقت کے لئے ایک کرسی بچھائی جاتی۔ پس آپ آ کر اس پر بیٹھتے اور نہایت خضوع وخشوع کے ساتھ حدیث بیان فرماتے اور جب تک حدیث بیان کرتے رہتے خوشبو سلگتی رہتی۔

☆ عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن امام مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا اور آپ حدیث شریف بیان فرما رہے تھے کہ آپ کو بچھو نے سولہ بار کاٹا اور آپ کے چہرہ کا رنگ زرد ہو گیا مگر آپ نے نبی کریم ﷺ کی حدیث کا بیان کرنا نہ چھوڑا۔ جب آپ حدیث ختم کر چکے اور لوگ چلے گئے تو میں نے دریافت کیا۔ فرمایا کہ آج میرے حدیث شریف بیان کرنے میں بچھو نے سولہ بار کاٹا اور میں نے حدیث کی عظمت و اجلال کے باعث صبر کیا۔

سبحان اللہ! ان حضرات کے دلوں میں محبوب کریم ﷺ کا کیسا احترام جاگزیں تھا کہ سولہ بار بچھو کاٹے اور اف نہ کریں۔ جان جائے مگر محبوب کریم ﷺ کی توقیر میں خلل نہ آئے۔ بخلاف آج کل کے بعض مدعیان علم کے کہ وہ عمداً محبوب کریم ﷺ کی تنقیص شان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت بخشے۔

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ اور ادب محبوب ﷺ

☆ حدیث صحیح میں مروی ہے کہ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی میں بال اس قدر دراز تھے کہ جب بیٹھتے اور ان بالوں کو چھوڑ دیتے تو زمین پر پہنچتے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تم نے ان بالوں کو اتنا کیوں بڑھایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں اس وجہ سے ان کو نہیں کٹواتا کہ ایک وقت ان پر رحمت دو جہاں ﷺ کا دست مبارک لگا تھا۔ اس لئے میں نے تبرکاً ان بالوں کو رکھا ہوا ہے۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ادب رسول ﷺ

☆ حدیث پاک میں ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں رحمت دو جہاں ﷺ کے چند موئے مبارک تبرکاً تھے۔ ایک جنگ میں آپ کی وہ ٹوپی گر پڑی۔ آپ نے اس کے حصول کے واسطے سخت جنگ کی حتیٰ کہ چند مسلمان بھی اس میں شہید ہو گئے۔ صحابہ کرام نے ان کو الزام دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے یہ فعل ٹوپی کے واسطے نہیں کیا بلکہ ان موئے مبارک کے واسطے کیا جو اس میں ہیں تا کہ وہ ضائع نہ ہوں اور کفار کے ہاتھ میں نہ جانے پائیں اور مجھ سے اس کی برکت جاتی نہ رہے (مزید تفصیل ہماری کتاب ''گیسوئے محبوب ﷺ'' میں ملاحظہ فرمائیں)۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ادب محبوب ﷺ

☆ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حال میں لکھا ہے۔

وکان عنده شئی من شعر رسول الله صلی الله علیه وسلم وقلامة اظفره فاوصی ان تجعل فی فمه وعینته وقال افعلوا ذلك وخلوا بینی وبین ارحم الرحمین ''امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جناب محبوب کبریاء ﷺ کے کچھ موئے مبارک اور تراشدہ ناخن محفوظ تھے۔ آپ نے آخری ایام زندگی میں وصیت کی کہ یہ چیزیں میرے منہ اور

آنکھوں میں رکھ دینا اور پھر میرا معاملہ ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا"۔

سچے مسلمان کا عقدہ:

اس سے ظاہر ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان متبرک چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں جاتے وقت اپنی تقصیروں کی معافی کا ذریعہ قرار دیا اور امید کامل باندھ لی کہ ان کی بدولت میری مغفرت ہو جائے گی۔ سبحان اللہ! یہ تھا ادب محبوب ﷺ اور کمال عقیدہ سچے مسلمان کا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور ادب محبوب ﷺ

☆ مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کو رسول اللہ ﷺ کے بیٹھنے کی جگہ پر رکھا پھر اس کو اپنے منہ پر ملا۔

محبوب کریم ﷺ کے روبرو صحابہ کا سر نہ اٹھانا:

☆ مستدرک حاکم میں عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ مالک دوجہاں ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو عظمت کے لحاظ سے کوئی شخص محبوب کریم ﷺ کی طرف سر نہ اٹھاتا۔

☆ محبوب دوجہاں ﷺ کے روبرو تو اس قسم کا ادب ہوتا ہی تھا لیکن وہ حضرات جب حدیث شریف کے حلقوں میں بیٹھتے تھے تو اس خشوع و خضوع کے ساتھ سر جھکائے بیٹھتے تھے گویا کہ گردنوں پر سر ہی نہیں۔ چنانچہ مستدرک میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن قرط رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار میں مسجد میں گیا دیکھا کہ ایک حلقہ میں لوگ ایسے سر جھکائے بیٹھے ہیں کہ گویا ان کی گردنوں میں سر ہی نہیں۔ یعنی سب لوگ حدیث شریف سننے والے کچھ ایسے مؤدبانہ سر جھکائے بیٹھتے تھے کہ گردنوں پر سر نہیں دکھائی دیتے تھے اور ایک صاحب حدیث شریف بیان کر رہے تھے جب غور سے ان کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ حذیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

آہ ہمارا حال اب کیا ہے؟:

اب ذرا زمانہ کے انقلاب اور طبیعتوں کی رفتار کو دیکھنا چاہئے کہ بعد خیر القرون نے لوگوں کو ان حضرات کے مسلک سے کس قدر دور کر دیا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ معاملہ بالکل برعکس ہو گیا ہے۔ اس زمانہ میں حالانکہ ان امور کی تعلیم عموماً نہ تھی مگر دل ہی کچھ ایسے مہذب اور مودب تھے کہ قسم قسم کے آداب اور طرح طرح کے حسن عقیدت پر دلالت کرنے والے افعال خود بخود ان سے ظہور پاتے تھے اور وہ ان کو اصول شرعیہ پر منطبق کر دیتے تھے۔ جس کا سمجھنا بھی شاید اس زمانہ میں آسانی نہ ہو سکے۔ کیوں نہ ہو۔ ان حضرات کے دل وہ تھے جن کو تمام بندوں کے دلوں پر فضیلت ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے صحابیت کے واسطے منتخب فرمایا تھا۔

چنانچہ دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا مالک دوجہاں ﷺ نے اللہ

تعالیٰ نے تمام بندوں کے دلوں کو دیکھا تو میرے اصحاب کے دلوں سے پاکیزہ تر کوئی دل نہ پایا اسی واسطے ان کو میرے اصحاب ہونے کے لئے پسند فرمایا۔ جو کام وہ اچھا سمجھتے ہیں اللہ کے نزدیک بھی وہ اچھا ہے اور جس کو وہ برا جانتے ہیں اللہ کے نزدیک بھی وہ برا ہے۔

بے ادبی کی ایجاد:

غرض وہ ہر قسم کے آداب کے سب سے اعلیٰ مظہر تھے اور ان پر کوئی اعتراض بھی نہ کرتا تھا۔ اس لئے کہ اس وقت تک بے ادبی کی بنیاد نہ پڑی تھی اور اگر چند خود سروں نے بنیاد ڈالی بھی تھی تو اس وجہ سے کہ ان کی بداعتقادیوں نے ان کو دائرہ اتباع سے خارج اور دوسرے نام کے ساتھ مشتہر کر دیا تھا۔ ان کی باتیں کسی کی سمع قبول تک پہنچی ہی نہ تھیں۔

الحاصل خیر القرون کا یہ حال تھا کہ ہر قسم کے آداب کی بنیاد رکھی جاتی تھی اور اس آخری زمانہ کا حال یہ ہے کہ باوجودیکہ ان حضرات نے جن کا اتباع بحسب ارشاد شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ضروری ہے۔ طرح طرح کے آداب تعلیم کر گئے اگر کسی سے اس قسم کے افعال صادر ہو جائیں تو ہر طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ ہونے لگتی ہے اور صرف اعتراض ہی نہیں بلکہ شرک کے الزام تک نوبت پہنچا دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ادب نصیب کرے۔

از خدا خواهیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

ادب ہر حال میں لازم وملزوم بلکہ واجب ہے

☆ محبوب کریم ﷺ کی تعظیم وتکریم کرنی جیسی آپ کی زندگی میں واجب ہے ویسے ہی آپ کے ظاہری وصال کے بعد بھی واجب ولازم ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عن ابی بکرہ الصدیق قال لا ینبغی رفع الصوت علی نبی حیا ولا میتا ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ محبوب کریم ﷺ کے حضور میں آواز کو بلند نہیں کرنا چاہئے نہ زندگی میں اور نہ ہی وصال کے بعد''۔

☆ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ اس کھونٹی کی آواز جو مسجد نبوی کے اردگرد گھروں میں گاڑی جاتی تھی اور اس میخ کی آواز جو ٹھونکی جاتی تھی سنتی تھیں۔ انہوں نے ان گھر والوں کے پاس کہلا بھیجا کہ محبوب کبریاء ﷺ کو اذیت نہ دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دروازے کے کواڑ اس وعید سے بچنے کے لئے اور محبوب کریم ﷺ کے پاس ادب کی خاطر کپڑے کے بنائے ہوئے تھے۔

☆ صحیح بخاری میں سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا میں ایک بار مسجد نبوی میں کھڑا تھا کہ کسی نے مجھے کنکری ماری۔ دیکھا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے کہا جاؤ اور

ان دو شخصوں کو لے آؤ۔ جب ان دونوں کو ان کے پاس لے گیا تو پوچھا تم کون ہو؟ یا کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم طائف کے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم اس شہر سے ہوتے تو میں تم کو ضرور اذیت پہنچاتا اور مارتا اس واسطے کے تم مسجد نبوی میں آواز بلند کرتے ہو۔

اس حدیث پاک سے ظاہر ہے کہ مسجد نبوی میں کوئی شخص آواز بلند نہیں کر سکتا تھا اور اگر کوئی کرتا بھی تو مستحق تعزیر سمجھا جاتا تھا۔ باوجودیکہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ چنداں دور نہ تھے مگر اسی ادب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو پکارا نہیں بلکہ کنکری پھینک کر اپنی طرف متوجہ کیا۔ یہ تمام آداب اس وجہ سے تھے کہ محبوب کریم ﷺ وہاں بہ حیات ابدی تشریف رکھتے ہیں کیونکہ اگر لحاظ صرف مسجد ہونے کا ہوتا تو فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اس تعزیر کو اہل شہر کے لئے خاص فرمایا جن کو مسجد شریف کے آداب بخوبی معلوم تھے۔ اگر صرف مسجد ہی کا لحاظ ہوتا تو اہل طائف بھی معذور نہ رکھے جاتے کیونکہ آخر وہاں بھی مسجدیں تھیں۔

☆ امام مالک رضی اللہ عنہ نے خلیفہ وقت ابو جعفر کو مسجد نبوی میں ان کے با آواز بلند بولنے پر ڈانٹا۔ چنانچہ درمنظم میں ابن حجر ہیثمی اور شفا میں قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے بسند متصل روایت کی ہے۔

☆ حضرت امیر المومنین ابو جعفر منصور نے جو خلفائے عباسیہ سے دوسرے خلیفہ ہیں۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد نبوی میں کسی مسئلہ میں مباحثہ کیا۔ جس میں ان کی آواز کچھ بلند ہوگئی۔ اس پر امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے امیر المومنین! اس مسجد میں آواز بلند نہ کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تادیب کی ایک قوم کی اس آیت شریف میں یایها الذی امنوا لا ترفعوآ اصواتکم فوق صوت النبی "اے مسلمانو! اپنی آواز نبی کی آواز پر بلند نہ کرو" یعنی میرے حبیب کے دربار میں اپنی آواز بلند نہ کرو اور مدح کی ان لوگوں کی جو محبوب کریم ﷺ کے پاس آواز پست کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا سورۃ حجرات رکوع اول میں۔ ان الذین یغضون اصواتهم عند رسول الله اولٓئك الذین متحن الله قلوبهم للتقوی لهم مغفرة واجر عظیم "بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں محبوب ﷺ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے چن لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے" اور مذمت کی اس قوم کی جو حجرہ کے باہر سے رحمت دوجہاں ﷺ کو پکارتے تھے۔ چنانچہ اسی سورۃ میں ارشاد فرمایا۔ ان الذین ینادونك من ورآء الحجرات اکثرهم لا یعقلون ولو انهم صبروا حتی تخرج الیهم لکان خیرالهم "بے شک وہ جو آپ (ﷺ) کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا"۔

محبوب کریم ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگو:

☆ رحمت دو جہاں ﷺ کی حرمت وصال کے بعد بھی وہی ہے جو قبل از وصال کے تھی۔ امیر المومنین یہ سنتے ہی متادب اور متذلل ہو گئے۔ پھر پوچھا اے ابا عبداللہ! قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کروں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ رحمت دو جہاں ﷺ کی طرف سے کیوں منہ پھیرتے ہو؟ وہ تو وسیلہ ہیں آپ کے اور آپ کے باپ آدم علیہ السلام کے قیامت کے روز تو محبوب کریم ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر شفاعت وسفارش طلب کیجئے کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی شفاعت قبول کرے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآء وك فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما ''اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب (ﷺ) تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اس سے معافی چاہیں اور رسول (ﷺ) ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اس کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں'' (سورۃ النساء)۔

یہاں سے صاف ظاہر ہے کہ جو لوگ مراتب تعظیم اور آداب رسالت کا لحاظ رکھیں گے وہی اس وعدے میں داخل ہوں گے، برخلاف ان کے جو بے ادبی سے محبوب کبریاء ﷺ کے حضور میں بولتے ہیں کہ ان کے نیک عمل بھی ضائع ہو جاتے ہیں۔ مسلمانو! ان بزرگوں کے اعتقادوں کو دیکھئے کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے آواز بلند کرنے کے باب میں ان آیات سے استدلال کیا۔ یاایها الذين امنوا لا ترفعوآ اصواتكم فوق صوت النبى اور ان الذين ينادونك من ورآء الحجرات ''اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی ﷺ) کی آواز سے'' (سورۃ حجرات)۔

خلیفہ وقت نے پوچھا تک نہیں کہ فوق صوت النبی الخ اور ینادونك الخ کے معنی یہاں کیونکر صادق آتے ہیں اور اگر اجتہاد کیا گیا تو اس کا طریقہ کیا ہے۔ پھر یہ بھی نہ تھا کہ خلیفہ موصوف کچھ جاہل تھا بلکہ وہ نہایت کامل العقل، عالم جید اور ادیب اور متدین تھا۔ مگر معلوم نہیں اس استدلال میں کس درجہ کی قوت تھی جس نے خلیفہ وقت کو عین مباحثہ میں ساکت کر دیا۔ اگر اس زمانہ میں کوئی شخص اس قسم کا استدلال کرے تو اس پر سینکڑوں اعتراض کئے جائیں گے۔ علیٰ ہذا اگر کوئی شخص اس استدلال کی نزاکت کو نہ سمجھ کر اس میں کچھ کلام کرے تو وہ کونسا مسلمان ہوگا۔ جو معترض کی رائے کو امام مالک کی رائے پر ترجیح دے گا کیونکہ امام مالک رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں کہ جن کے شاگردوں کے شاگرد ہونے پر امام بخاری اور مسلم وغیرہ محدثین کو فخر حاصل ہے غرض اس استدلال پر حجت کرنیوالا جاہل مطلق اور علم سے بے بہرہ ہے۔

دوستو! حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے ان آیات سے وہ ادب استنباط کیا کہ اس کی بدولت قیامت تک اہل ایمان بہرہ اندوز اور متمتع رہیں گے۔ جزاه الله تعالى عنه خير الجزاء۔

صحابہ کرام محبوب کریم ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ بابی کہتے

بخاری شریف میں ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی عادت تھی کہ جب کبھی جان کائنات ﷺ کا ذکر مبارک کرتیں تو بابی کہتیں چنانچہ ام المومنین رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں۔ وقلنا ذکرب النبی صلی الله علیه وسلم الا قالت بابی ''کم اتفاق ہوتا تھا کہ ذکر شریف کے وقت یہ لفظ نہ کہتی ہوں معنی اس کے یہ ہیں کہ میرے باپ رسول اللہ ﷺ پر فدا ہوں''۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکثر بـابی انـت و امی یـارسول اللـه کہا کرتے تھے۔ چنانچہ کتب احادیث میں موجود ہے مطلب اس کا یہیکہ آپ کے اشفاق ومراحم کے روبرو مہر مادری اور شفقت پدری کی کچھ حقیقت نہیں۔ ان دونوں کو آپ پر سے فدا کرنا چاہئے۔ سبحان اللہ! کیا ادب تھا کہ روبرو تو روبرو غائبانہ وصال شریف کے بعد بھی وہ ادب مرعی تھا کہ جب تک ماں باپ کو فدا نہیں کرتے نام مبارک کو ذکر نہیں کرتے تھے۔

آپ ﷺ کے نام مبارک کا ادب کافر بھی کرتے تھے

کیوں نہ ہو یہ نام مبارک وہ تھا کہ جس کے ذکر میں کفار بھی بسا اوقات متادب ہو جاتے تھے۔ چنانچہ امام قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ نے مواہب لدنیہ میں اور زرقانی رحمتہ اللہ علیہ نے شرح مواہب اللدنیہ میں لکھا ہے کہ ایک جماعت قبیلہ کندہ سے رحمت دوجہاں ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ الفاظ تحیت کے ادا کئے جو اس زمانہ میں سلاطین کے حضور میں کئے جاتے تھے۔ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں بادشاہ نہیں ہوں بلکہ محمد بن عبداللہ ہوں۔ انہوں نے کہا ہم آپکو نام لے کر نہیں پکاریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ میں ابوالقاسم ہوں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اے ابوالقاسم فرمائیے کہ ہم نے اپنے دل میں کیا چھپایا ہے۔ مالک دوجہاں ﷺ نے فرمایا یہ تو کاہنوں کا کام ہے اور کاہن اور ان کا پیش دوزخی ہے۔ انہوں نے کہا کہ پھر کیونکر معلوم ہو کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ تب آپ نے ایک مٹھی کنکریاں اٹھائیں اور فرمایا کہ دیکھو یہ گواہی دیتی ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ چنانچہ اسی وقت کنکریاں دست مبارک میں تسبیح کرنے لگیں۔ یہ سن کر حاضرین نے صدق دل سے کلمہ شہادت پڑھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور وہ سب لوگ مشرف باسلام ہوئے۔

باادب بانصیب:

ظاہر ہے کہ یہ لوگ قبل امتحان مشرف باسلام نہیں تھے باوجود اس کے نام مبارک لینے میں ترک ادب سمجھا۔ کیا تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہی ادب پسند آگیا ہو جس سے ان کو ابدالآباد کے لئے عزت و شرافت حاصل ہو گئی کہ مسلمان ہو کر جنت الفردوس میں داخل ہوئے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ اور ادب محبوب ﷺ

☆ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ جذب القلوب میں ارقام فرماتے ہیں کہ امام مالک رضی اللہ

عنہ مدینہ طیبہ میں اپنے گھوڑے پر سوار نہ ہوتے تھے کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس زمین کو گھوڑے کے سم سے روندوں جس پر رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک لگے ہوئے ہیں۔ فی الحقیقت وہ زمین پاک نہایت واجب التعظیم ہے۔ بقول حافظ رحمۃ اللہ علیہ۔

بمقامیکہ نشان کف پائے تو بود
سالہا سجدہ صاحب نظروں خواہد بود

امام بخاری رضی اللہ عنہ اور ادب محبوب کریم ﷺ

☆ امام بخاری رضی اللہ عنہ کے حال میں مرقوم ہے کہ آپ صحیح بخاری کے جمع کرنے کے وقت ہر حدیث پاک لکھنے کے واسطے تازہ غسل کیا کرتے اور دوگانہ نماز پڑھتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ زمزم سے غسل کرتے اور مقام ابراہیم پر دوگانہ پڑھتے تھے۔

تعظیم محبوب ﷺ کا صلہ:

چونکہ اس طرح انہوں نے حدیث نبوی کی تعظیم اور توقیر کی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا فضل عظیم دیا ہے کہ تمام مسلمان ان کو اپنا امام جانتے ہیں اور ان کی تعظیم اور ان کی کتاب کی وہ قدر ہوئی کہ دنیا میں سوائے قرآن مجید کے کسی اور کتاب کی ایسی قدر و منزلت نہیں ہوئی یہ مقبولیت محض ادب حدیث کا سبب تھا ورنہ احادیث صحیحہ کی اور بھی بیشمار کتابیں تھیں۔

جمہور علمائے اہل سنت والجماعۃ کا اس پر اتفاق ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ کتاب البخاری یعنی تمام کتابوں سے زیادہ صحیح' کتاب اللہ کے بعد بخاری کی کتاب ہے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ اور ادب محبوب کریم ﷺ

☆ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تنزیہ الانبیاء عن تشبیہ الانبیاء میں امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے نقل کیا ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے بعض تصانیف میں وہ قصہ نقل کیا جو کسی عورت نے کچھ مال چرایا تھا اور حاکم کائنات ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا اور کسی نے سفارش کی پھر وہ حدیث نقل کی کہ محبوب کریم ﷺ نے اس وقت فرمایا کہ اگر فلاں عورت بھی (جو ایک شریفہ تھیں) چراتیں تو ان کا بھی ہاتھ قطع کیا جاتا۔

محترم قارئین کرام! امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا ادب دیکھو کہ حدیث شریف میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام مصرح ہے۔ اگر بعینہ حدیث نقل کر دیتے تو کوئی بے جا اور بے موقع بات نہ تھی لیکن آپ نے از راہ کمال ادب صراحۃً نام مبارک کو ذکر نہ کیا۔

سبحان اللہ! کیا ادب تھا۔ حالانکہ الفاظ حدیث کو بعینہ نقل کرنا ضروری ہے اور وہ نام مبارک جو حدیث شریف میں وارد ہے۔ لفظ لو کے تحت میں ہے۔ جو اعلیٰ سبیل فرض محال آتا ہے مگر بااین ہمہ چونکہ حدیث شریف میں یہ نام مبارک مقام توہین میں وارد تھا۔ اس لئے ادب و محبت نے اجازت نہ دی کہ اس

نام مبارک کو صراحتہً ذکر کریں گو حدیث شریف میں وارد ہے سچ ہے جو مقربین بارگاہ ہوتے ہیں انہی کو ادب نصیب ہوتا ہے۔ ہر کس و ناکس میں وہ صلاحیت کہاں۔

از خدا خواھیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور ادب محبوب ﷺ

نام محبوب ﷺ کا ادب:

☆ کہتے ہیں کہ غازی سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے غلام ایاز کا ایک بیٹا تھا جو بادشاہ کا ملازم تھا اور اس کا نام محمد تھا۔ ایک دن بادشاہ سلامت نے ایاز کی موجودگی میں اس سے یوں خطاب کیا کہ اے ایاز کے بیٹے! وضو کا پانی لاؤ۔ ایاز نے ان الفاظ کو سن کر دل ہی دل میں خیال کیا کہ نہ معلوم میرے بیٹے نے کیا خطا کی کہ جس کے باعث بادشاہ سلامت نے اس کو نام سے نہیں بلایا۔ پس جب سلطان محمود وضو سے فارغ ہوئے تو ایاز کی طرف دیکھا کہ وہ مغموم وملول ہے اس سے غم و رنج کا سبب پوچھا۔ اس نے دست بستہ کھڑے ہو کر عرض کی کہ عالیجا میرے مغموم ہونے کا باعث یہ ہے چونکہ حضور نے میرے لخت جگر کو نام لے کر نہیں بلایا اس لئے معاً میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید اس سے کوئی بے ادبی اور گستاخی سرزد ہوئی ہے کہ جس کے باعث آپ اس سے خفا اور ناراض ہیں۔ بادشاہ سلامت نے مسکرا کر کہا۔ اے ایاز خاطر جمع رکھو تمہارے صاحبزادے سے کوئی بات میرے طبع کے خلاف سرزد نہیں ہوئی اور نہ ہی میں اس سے کسی طرح ناراض یا خفا ہوں۔ اس وقت نام نہ لینے میں یہ حکمت تھی کہ میں اس وقت بے وضو تھا۔ چونکہ یہ آقائے نامدار سرور کونین رحمت اللعالمین ﷺ کا ہمنام تھا۔ اس لئے مجھے شرم آئی کہ محبوب کریم ﷺ کا نام مبارک ایسی حالت میں میری زبان سے گزرے جبکہ میں بے وضو یا بے طہارت ہوں۔

ھزار بار بشویم دھن مشك و گلاب
ھنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

التجائے زماں:

مسلمانو! آپ کو بھی لازم ہے کہ آپ بھی اسی طرح محبوب کبریاء ﷺ کی تعظیم و توقیر کریں۔ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگان دین کیا کرتے تھے اور ہر بات میں آپ ﷺ کا ادب ملحوظ رکھیں۔ جس وقت آپ ﷺ کا ذکر ہو یا آپ ﷺ کا نام مبارک لیا جائے یا آپ ﷺ کا کلام پڑھا جائے یا آپ ﷺ کے فضائل ومحامد بیان کئے جائیں تو نہایت متوجہ ہو کر حضور قلب کے ساتھ سنا کریں اور جب تک ایسے مقام میں رہیں درود شریف کی کثرت کیا کریں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہے بلکہ حقیقت میں آپ کا اپنا ہی نفع اور فائدہ ہے۔

﴿ قرآن اور آداب محبوب ﷺ ﴾

قرآن مجید، فرقان حمید میں اللہ قادر و کریم نے ارشاد فرمایا۔

☆ یـایها الذین امنوا لا تقدموا بین یدی الله ورسوله "اے ایمان والو! کسی قول و فعل میں اللہ اور اس کے محبوب رسول (ﷺ) سے پہل نہ کرو" (سورۃ حجرات)۔

☆ یـایهـا الـذیـن امـنـوا لا تـرفـعـوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا اله بـالـقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون "اے ایمان والو! اپنی آوازیں میرے محبوب (ﷺ) کی آواز سے اونچی نہ کرو اور میرے محبوب کو بلاتے وقت ایسے نہ بلاؤ جیسے کہ آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے تمام اعمال حسنہ ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو" (سورۃ حجرات)۔

☆ ان الـذیـن یـنـادونك مـن ورآء الـحـجـرات اکثـرهـم لا یـعقلون "اے میرے محبوب (ﷺ)! جو لوگ آپ کو دیوار کے باہر سے آوازیں دیتے ہیں وہ اکثر عقل نہیں رکھتے" (سورۃ حجرات)۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی ان آیات میں ایمان والوں کو اپنے محبوب ﷺ کے آداب سکھائے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا خاص لطف و کرم اور رحمت و کرم نوازی ہے کہ ہم دن رات بدکاریاں کرتے ہیں سیاہ کاریاں کرتے ہیں۔ نہ نماز، نہ روزہ، نہ حج، نہ زکوٰۃ غرضیکہ کوئی بھی نیکی کا کام نہیں کرتے مگر وہ پھر بھی ہمیں کہتا ہے کہ اے ایمان والو! تو معلوم ہوا کہ ایمان نماز اور روزے میں نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر وہ لوگ جو نماز نہیں پڑھتے یا روزہ نہیں رکھتے اور حج و زکوٰۃ ادا نہیں کرتے وہ کافر ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ ان کو کافر کہتا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نماز نہ پڑھنے اور روزہ نہ رکھنے سے انسان کافر نہیں ہوتا بلکہ ایمان کو ضائع کرنے والی اور کسی کو کافر بنانے والی کوئی اور ہی چیز ہے اور وہ یہ ہے محبوب کبریاء ﷺ کی بے ادبی۔ اس لئے اگر کوئی مسلمان نمازیں بھی پڑھتا ہے، روزہ بھی رکھتا ہے، حج و زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہے اور ساری رات کھڑے ہو کر نفل بھی پڑھتا ہے لیکن محبوب کریم ﷺ کا بے ادب ہے تو وہ پکا کافر ہے۔ کیونکہ ایمان کا دوسرا نام ہے ادب اگر ادب ہے تو ایمان بھی ہے اور اگر ادب نہیں ہے تو ایمان بھی نہیں ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ عـن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صـلـی الله علیه وسلم لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے سے چھوٹے پر رحم نہیں کیا اور اپنے سے بڑے کا ادب نہیں کیا وہ میرا امتی نہیں ہے"۔ استاد شاگرد سے بڑا ہے اور باپ بیٹے سے، امام مقتدی سے بڑا ہے اور پیر مرید سے اور متذکرہ بالا حدیث پاک کے پیش نظر شاگرد اگر اپنے استاد کا بیٹا اگر اپنے باپ کا مقتدی اگر اپنے امام کا اور مرید اگر اپنے پیر کا ادب نہ کرے تو وہ محبوب کریم ﷺ کی امت

سے خارج ہو جاتا ہے۔ تو پھر محبوب کبریاء ﷺ کی بے ادبی کیوں کفر نہیں ہے جو کہ اللہ قادر و کریم کی ساری خدائی میں بڑے ہیں۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

قرآن پاک کی مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آداب محبوب ﷺ کو خصوصی طور پر بیان فرمایا ہے۔

☆ پہلا یہ کہ میرے محبوب ﷺ کی محفل پاک میں ادب سے خاموش بیٹھو اور بات کرنے میں پہل نہ کرو۔

☆ دوسرا یہ کہ میرے محبوب ﷺ کو بلاتے وقت اس طرح نہ بلاؤ کہ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

☆ تیسرا یہ کہ میرے محبوب ﷺ کے سامنے بات کرتے وقت اونچی آواز نہ نکالو۔

☆ چوتھا یہ کہ جب میرا محبوب ﷺ گھر تشریف لے جائے تو اسے باہر سے آوازیں دے کر مت بلاؤ جب تک کہ وہ خود تشریف نہ لے آئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مالک دو جہاں ﷺ سے پہلے ہی قربانی کے جانور ذبح کر لیا کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کی غیرت نے یہ برداشت نہ کیا کہ میرے محبوب ﷺ سے پہلے کوئی اور کوئی کام کرے۔ اس لئے ان کو منع کر دیا گیا اور حکم دے دیا گیا کہ اے ایمان والو تمہارا کوئی بھی فعل میرے حبیب ﷺ سے پہلے نہیں ہونا چاہئے اور تم کسی بات اور کسی کام میں میرے محبوب ﷺ سے پہل نہ کیا کرو اور اگر تمہاری آوازیں میرے محبوب ﷺ کی آواز سے اونچی ہو گئیں تو تمہارے اعمال حسنہ تباہ ہو جائیں گے اور تمہیں اس تباہی کی خبر تک بھی نہ ہو گی۔

غور کریں کہ اعمال حسنہ کے ضائع ہو جانے کا خوف ان کو دلایا جا رہا ہے جنہوں نے براہ راست چشمۂ نبوت سے فیض حاصل کیا اور جن کا ہر ایک عمل رضائے الٰہی اور خوشنودئ مصطفےٰ ﷺ کے لئے ہوا کرتا تھا اور جن کی عبادت کے قبول ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں تھا اور جن کے دلوں میں محبت رسول ﷺ کا دریا موجزن تھا تو اگر محبوب کبریاء ﷺ کی بے ادبی اور گستاخی کی سزا ان کے لئے یہ ہو سکتی ہے کہ ان کے تمام اعمالِ حسنہ ضائع کر دیئے جائیں گے تو پھر آج کے ناداں اور بے ادب کا حشر کیا ہو گا؟ جو اپنی تقریروں اور تحریروں میں سید المرسلین ﷺ کی بے ادبی اور گستاخی کو اپنا شیوا بنائے ہوئے ہیں۔

جس محبوب ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس کا ذاتی نام لے کر یعنی یا محمد ﷺ کہہ کر نہیں بلکہ اس کے صفاتی نام یعنی یاایھاالمزمل، یاایھاالمدثر، طٰہٰ اور یٰسین کہہ کر پکارا ہو اس محبوب ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ یہ کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ میرے محبوب ﷺ کو کوئی صرف محمد ﷺ کہہ کر بلائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اس سے بھی منع کر دیا۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت حضرت ثابت بن قیس کے متعلق نازل ہوئی کیونکہ وہ اونچا سنتے تھے اور بلند آواز سے بولتے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے اس ڈر سے کہ کہیں میرے تمام اعمال ضائع نہ ہو جائیں۔ بارگاہ رسالت ﷺ میں آنا ہی چھوڑ دیا۔ رحمت دو جہاں ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا۔ لست هنالك انك تعيش بخير وتموت بخير وانك من اهل الجنة ''کہ تم اس حکم سے بری ہو اور تو اس حکم میں شامل نہیں ہو اور تیرا خاتم بالخیر ہو گا اور تو جنتی ہے'' (تفسیر روح البیان)۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک آدمی نے سو سال اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اس کے مرنے کے بعد بنی اسرائیل نے اس کو بغیر جنازہ کے دفن کر دیا۔ لیکن جب رات ہوئی توفـاوحـى الله الى موسى عليه السلام ان اخرجه وصل عليه کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس کو قبر سے نکال کر اور اس کا جنازہ پڑھ کر اس کو پھر دفن کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی مولیٰ یہ تو بڑا گنہگار اور تیرا نافرمان تھا پھر اس کے لئے ایسی مہربانی کا کیا سبب ہے؟ تو اللہ قادر و کریم نے فرمایا کہ ہے تو یہ گنہگار اور نافرمان لیکن کـلـمـا نشر التـورات ونـظر الى اسم محمد صلى الله عليه وسلم قبله ووضع على حبيبه وغضرت لـم وزوجتـه سبعين حورا کہ جب بھی کبھی یہ تورات پڑھتا تھا تو میرے محبوب پاک ﷺ کے نام پاک کو چومتا تھا اور اپنی آنکھوں پر لگاتا تھا۔ اس لئے میں نے اس کے تمام گناہ اپنے محبوب ﷺ کے نام کی تعظیم کی بدولت معاف کر دیئے اور جنت میں اس کے لئے ستر (۷۰) حوروں کو منتخب کیا ہے (تفسیر روح البیان)۔

☆ حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو مکہ مکرمہ میں دیکھا۔ ورايـت بـلالا اخـذ وضـوء رسـول الـلـه عليـه السلام ورايت الناس يبتدرون ذالك الوضوء ''اور میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ مالک دو جہاں ﷺ کا وضو کرا رہے ہیں اور لوگ محبوب دو جہاں ﷺ کے وضو کے پانی کو لینے کے لئے دوڑ دھوپ کر رہے ہیں''۔ فـمـن اصـاب مـنه تمسح به ومن لم يصب منه اخذ من بلل يدماحبه ''پس جس کو وہ پانی مل جاتا وہ اپنے بدن پر مل لیتا اور جس کو نہیں ملا وہ دوسروں سے چھین رہا ہے'' (مشکوۃ شریف)۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رحمت دو جہاں ﷺ ملے اور میں جنابت کی حالت میں تھا۔ جان کائنات ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ پس میں آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ محبوب کریم ﷺ ایک مقام پر بیٹھ گئے اور میں چپکے سے نکل آیا۔ فـاغتسلـت ثـم جئت وهـو قـاعـد فال اين كنت يا اباهريره فقلت له لقيتنى وانا جنب فكرهت ان

اجالسك "پس میں نے غسل کیا اور پھر واپس آ گیا' محبوب دو جہاں ﷺ ابھی تشریف فرما تھے پس مالک دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) تو کہاں چلا گیا تھا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ مجھ سے ملے اور میں جنبی تھا پس میں نے اس حالت میں آپ ﷺ سے ملنا اور آپ ﷺ کے پاس بیٹھنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ یہ آپ ﷺ کی شان میں بے ادبی تھی"۔

محترم قارئین کرام! مالک دو جہاں ﷺ کے غلاموں کا عقیدہ اور ایمان دیکھیں کہ ناپاکی کی حالت میں محبوب کبریاء ﷺ سے ملنا بھی بے ادبی سمجھتے ہیں مگر کچھ نادان لوگ کبھی نبی کریم ﷺ کو اپنی مثل ایک بے اختیار بشر سمجھ کر اور کبھی بڑے بھائی کا مقام دے کر اور کبھی آپ کو مر کر مٹی میں مل جانے کا گمراہ کن عقیدہ رکھ کر سید المرسلین ﷺ کی شان پاک میں بے ادبی اور گستاخی کر کے اپنی آپ کو جہنم کی آگ کا ایندھن بنا رہے ہیں۔

کیا تاجدار کون و مکان ﷺ کے زمانہ پاک میں منافقین آپ کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے تھے اور کیا وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور محبوب کریم ﷺ کی رسالت اور حشر و نشر اور روز قیامت کو نہیں مانتے تھے/ کیوں نہیں لیکن اس کے باوجود بھی قرآن پاک نے ان کے ایمان کی نفی کر دی اور اعلان فرمایا وما ھم بمومنین کہ اے میرے محبوب (ﷺ) کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو مجھے بھی مانتے ہیں اور تیری رسالت کی گواہی بھی دیتے ہیں اور قیامت کو بھی تسلیم کرتے ہیں لیکن ان سے بچ کر رہنا کیونکہ یہ مومن نہیں ہیں اس لئے کہ ان کے دلوں میں تیرا ادب و احترام نہیں ہے۔

زمین و آسمان کا کوئی ٹکڑا ایسا نہیں ہے کہ جہاں شیطان نے سجدہ نہ کیا ہو مگر حضرت آدم علیہ السلام کی شان میں بے ادبی کرنے والا اگر دائمی ملعون بن سکتا ہے تو شہنشاہ کون و مکاں ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا پھر کیوں کافر نہیں ہو سکتا؟

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک دفعہ روح کائنات ﷺ نے پوچھا انت اکبر او آنا کہ تو بڑا ہے یا میں۔ تو انہوں نے عرض کی انت اکبر منی وانا ولدت قبلتك کہ یارسول اللہ ﷺ پیدا تو میں پہلے ہوا ہوں لیکن بڑے آپ ﷺ ہی ہیں۔

غور کریں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رحمت دو جہاں ﷺ سے کئی سال بڑے تھے مگر محبوب کریم ﷺ کے ادب نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ وہ اپنے آپکو محبوب کبریاء ﷺ سے بڑا کہیں۔

☆ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مالک دو جہاں ﷺ نے غائبانہ بیعت لی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے جس ہاتھ کو جان کائنات ﷺ نے اپنا ہاتھ قرار دیا تھا میں نے کبھی اس ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو نہیں چھوا۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی اپنی شرم گاہ کو نہیں دیکھا کیونکہ جن نظروں سے رخ مصطفیٰ ﷺ کو دیکھا ہے ان نظروں سے شرمگاہ کو دیکھنا خلاف ادب ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

بود در انجیل نام مصطفےٰ ﷺ
آن سر پیغمبراں بحر صفا

کہ انجیل مقدس میں مالک ومختار دو جہاں ﷺ کا اسم گرامی موجود تھا وہ آقا جو سرور انبیاء اور صدق و صفا کا دریا تھا اور نصرانیوں کے ایک گروہ کی یہ عادت تھی۔

بوسہ داوندے برآن نام شریف
رونہا دندے بداں وصف لطیف

کہ انجیل پڑھتے وقت محبوب کبریاء ﷺ کے اسم مبارک کو چوما کرتے تھے کہ رحمت دو جہاں ﷺ کی شان پاک پڑھ کر اپنے سروں کو ادب سے جھکا دیتے تھے اور پھر اس وقت کے ایک ظالم و جابر وزیر نے قتل و غارت کا بازار گرم کیا تو امام الانبیاء ﷺ کے نام پاک کو ادب سے چومنے والا وہ گروہ اس فتنہ عظیم سے محفوظ رہا۔ مولانا رومی رحمتہ الہ علیہ فرماتے ہیں۔

نام احمد چوں چنیں یاری کند
تاکہ نورش چوں مددگاری کند

کہ جب آپ کا اسم مبارک ایسا مضبوط قلعہ ہے کہ شر و مصائب کو نہیں آنے دیتا تو آپ کی ذات گرامی جو کہ عین نور ہے ہر حالت میں کیوں مددگار نہیں ہوتی غرضیکہ جس نبی کا سایہ زمین پر اس لئے نہ آئے کہ کہیں کسی کا قدم اس سائے پر آ جانے سے اس کی بے ادبی ہوگی اور جس کے جسم پاک کو مکھی سے اس لئے محفوظ رکھا گیا ہو کہ ناپاک چیزوں پر بیٹھتی ہے اور اس طرح محبوب کریم ﷺ کی بے ادبی ہوگی تو پھر اس نبی پاک ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی اور گستاخی کفر نہیں تو اور کیا ہے؟

☆ تفسیر روح البیان جلد دوم میں ہے کہ آوردہ اند کہ نبی کریم علیہ السلام بہ مسجد درآمد و نزدیک ستون بہ نشست وحضرت بلال آذان داد و چوں گفت اشهد ان محمد رسول الله ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر دو ناخن ابہامین خود را بر ہر دو چشم خود نہادہ و گفت۔ قرة عيني بك یارسول اللہ علیہ السلام حضرت رسول خدا فرمود کہ یا ابا بکر ہر کہ چند چنیں کہ تو کردی خدا تعالیٰ بیامرزد گناہاں جدید و قدیم سہواً و قصداً۔ کہتے ہیں ایک دن مالک دو جہاں ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور ایک ستون کے قریب بیٹھ گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آذان دی اور جب وہ رحمت دو جہاں ﷺ کے نام پاک پر پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کو چوما اور پھر اپنی آنکھوں پر لگائے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کا اسم پاک میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے تو رحمت دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوبکر جو بھی کوئی تیری طرح کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے اگلے اور پچھلے اور جو بھول کر یا قصداً گناہ کئے ہیں سب بخش دے گا اور محبوب کریم ﷺ نے پھر فرمایا من سمع اسمی فی الاذان فقبل ظفری ابها میه ومسح علی عینیه لم یعم ابدا ''کہ جس

نے میرا نام آذان میں سن کر اپنے انگوٹھوں کو چوما اور پھر انکو اپنی آنکھوں پر لگایا وہ کبھی اندھا نہیں ہوگا''۔

☆ تفسیر روح البیان میں ہے ان ادم علیہ السلام اشتیاق الی لقاء محمد علیہ السلام حین کان فی الجنۃ کہ حضرت آدم علیہ السلام جب جنت میں تھے تو ان کو محبوب کریم ﷺ کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی وہ تیری پشت میں ہے اور آخری زمانہ میں اس کا ظہور ہو گا تو حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے مولا مجھے اب ہی اس کی زیارت کرا۔ تو اللہ قادروکریم نے اپنے محبوب ﷺ کے نور پاک کے حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں چمکا دیا اور محبوب کریم ﷺ کے نور پاک کو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور جونہی رحمت دوجہاں ﷺ کا نور پاک حضرت آدم علیہ السلام کے انگوٹھے میں چمکا۔ فقبل ادم ظفری ابھامیہ ومسح علی عینہ ''تو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے انگوٹھوں کو چوما اور اپنی آنکھوں پر لگایا''۔

مذکورہ بالا حقائق کے باوجود بھی نادان ملا محبوب کریم ﷺ کے نام پاک کو سن کر انگوٹھے چومنے والوں پر شرک وبدعت کے فتوے لگاتا رہتا ہے حالانکہ دلائل سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ محبوب کبریاء ﷺ کے نام اقدس کو سن کر انگوٹھوں کو چومنا اور اپنی آنکھوں پر لگانا حضرت آدم علیہ السلام کی سنت اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عادت تھی۔

محترم قارئین کرام توجہ فرمائیں۔

☆ انما المومنون الذین امنوا باللہ ورسولہ واذا کانوامعہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستازنو ''کہ ایمان والے صرف وہی ہیں جو یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جب کبھی کسی صلاح ومشورے کرنے کے لئے کسی کام پر اس کے ساتھ ہوتے ہیں تو میرے محبوب ﷺ کی اجازت کے بغیر وہاں سے جاتے نہیں'' اور آگے فرمایا کہ اے میرے محبوب ﷺ جو لوگ تجھ سے اجازت طلب کرتے ہیں اصل میں مومن وہی ہیں اور فاذا استاذنوک لبعض شانھم فاذن لمن شئت منھم اور پھر اپنے کسی کام کے لئے تجھ سے اجازت طلب کریں تو اے میرے محبوب ﷺ جس کو تو چاہے ان میں سے اجازت دے دیا کر اور پھر ان کے لئے اللہ سے بخشش مانگ کیونکہ اللہ کریم بڑا مہربان اور بخشنے والا ہے۔

قرآن پاک کی اس آیت پاک پر غور کریں کہ کس پیارے انداز میں اللہ قادروکریم نے ایمان والوں کو اپنے محبوب ﷺ کے ادب واحترام کا طریقہ بتلایا ہے کہ جب بھی کبھی میرے محبوب ﷺ کی نورانی مجلس، روحانی محفل اور لاثانی کے لاثانی اجتماع میں بیٹھو تو جانے سے پہلے میرے محبوب ﷺ سے اجازت لے لیا کرو اور جب تک میرا محبوب ﷺ تمہیں جانے کی اجازت نہ دے اس وقت تک تم میرے

محبوب ﷺ کی پیاری مجلس سے جا نہیں سکتے اور اگر تم میرے یار کی اجازت کے بغیر ہی اٹھ کر چلے گئے تو یہ بے ادبی اور گستاخی ہوگی اور ساتھ ہی اپنے محبوب ﷺ کو حکم فرمایا کہ اے محبوب ﷺ اگر تجھ سے جانے کی اجازت مانگیں تو جس کو تیرا دل چاہے اجازت دے دیا کر اور چونکہ انہوں نے بڑا ادب واحترام کیا ہے اور تیری اجازت کے بغیر نہیں گئے اس لئے ان کے لئے مجھ سے بخشش مانگ اور میں تیری سفارش کو قبول کرتے ہوئے ان کے تمام اگلے پچھلے گناہ بخش دوں گا۔ محبوب کریم ﷺ کے ادب کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہوسکتی ہے کہ دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کے نام لے کر پکارا ہے مثلاً یاموسیٰ، یاعیسیٰ، یایحییٰ مگر جب اپنے محبوب ﷺ کی باری آئی تو فرمایا۔ یاایھاالمزمل، یاایھاالمدثر، یٰسین اور طٰہٰ یعنی دوسرے انبیاء کرام کا ذاتی نام لیا اور اپنے پیارے کا صفاتی نام۔

☆ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ''کہ ہم نے انسان کو اچھی شکل میں پیدا کیا ہے'' حالانکہ کوئی گورا ہے تو کوئی کالا کسی کی ٹانگیں نہیں ہیں اور کوئی آنکھوں سے محروم ہے مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم نے انسان کو حسین بنایا ہے تو یہ صرف اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب ﷺ کا ادب ملحوظ ہے کیونکہ جب اس نے محبوب کریم ﷺ کو لباس انسانی میں مبعوث فرما دیا تو پھر اس کی غیرت نے یہ قبول نہ کیا کہ کسی انسان کو بدصورت کہے اور اسی لئے قیامت کے دن دوزخیوں کی شکلیں تبدیل کردی جائیں گی تا کہ کوئی انسان انسانی شکل میں جہنم میں نہ جائے کیونکہ اس طرح سے سید المرسلین ﷺ کی بے ادبی ہوتی ہے۔

☆ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۷۱ میں ہے۔ حضرت سائب بن نہلا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ان رجلا ام قوما فبصق فی القبلته ورسول الله صلی الله علیه وسلم ینظر فقال رسول الله لقومه حسین فرع لا یصلی لکمرا کہ مالک دوجہاں ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا ہے اور وہی آدمی لوگوں کو نماز پڑھانے کے لئے امامت کر رہا ہے اور جب لوگ نماز سے فارغ ہوئے تو مالک دوجہاں ﷺ نے تمام لوگوں سے فرمایا کہ تمہارے نماز نہیں ہوئی اس لئے کہ اس آدمی نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا تھا تو اس حدیث مبارک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کچھ امام ایسے ہیں جن کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اور وہ ہیں محبوب کبریاء کے گستاخ اور بے ادب، تو جب قبلہ کی بے ادبی اور گستاخی کرنے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو تاجدار عرب وعجم ﷺ کی شان پاک میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والے کے پیچھے نماز کب جائز ہوسکتی ہے۔ جبکہ محبوب کبریاء ﷺ کی شان پاک قبلہ سے افضل ہے۔

☆ ابن ماجہ شریف صفحہ ۹۰ میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رحمت دوجہاں ﷺ کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور محبوب کریم ﷺ فرما رہے تھے۔ والذی نفس محمد بیدہ لحرمته المومن اعظم عند الله حرمة منك ''کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے

کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اے خانہ کعبہ اس بات پر فخر نہ کرنا کہ میں تیرا طواف کر رہا ہوں بلکہ تجھ سے تو میری امت کے ایک مومن کی عزت و شان زیادہ ہے تو جب خانہ کعبہ سے ایک مومن متقی اور ولی کی شان زیادہ ہے تو پھر رحمت دو جہاں' تاجدار کون و مکان' باعث تخلیق انس و جاں اور شہنشاہ دو جہاں' محبوب کبریاء ﷺ اور جب قبلہ کی بے ادبی کرنے والے کے پیچھے مالک دو جہاں ﷺ کے فرمان کے مطابق نماز نہیں ہوتی تو پھر سرور کائنات ﷺ کے بے ادب اور گستاخوں کے پیچھے نماز کیسے ہو سکتی ہے؟

﴿ گستاخ محبوب ﷺ کی سزا ﴾

☆ مشکوات شریف صفحہ ۵۳۴ میں ہے کہ حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم تمام امام الانبیاء ﷺ کے پاس بیٹھے تھے اور آپ ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ وھو رجل من بنی تمیم فقال یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعدل کہ بنی تمیم کے قبیلے کے ایک شخص نے بے ادبی اور گستاخی کے طور پر کہا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) عدل اور انصاف کرو۔ تو مالک دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ ہلاکت ہو تجھ پر مجھ سے زیادہ عدل کرنے والا اور کون ہے۔ فقال عمر الذن لی اضرب عنقہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے آقا ﷺ مجھے اجازت دیں تاکہ میں اس گستاخ کو قتل کر دوں تو محسن کائنات ﷺ نے فرمایا کہ نہ اس کو چھوڑ دو۔ فان لہ اصحابا یحقر وا احدکم صلوتہ مع صلوتھم وصومہ مع صیامھم یقرون القران الخ کہ اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو لمبی لمبی نمازیں پڑھیں گے' روزے رکھیں گے اور قرآن پاک پڑھیں گے مگر ان کی نمازیں اور روزے قبول نہیں ہوں گے اور قرآن پاک ان کی رگوں سے نیچے نہیں جائے گا۔

یمرقون من الذین کما یمرق النھم من الرمتہ ''دین اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے''۔ مالک دو جہاں ﷺ کے اس ارشاد عالی پر غور کریں اور آج کل کی نبوت کے گستاخوں اور بے ادبوں کو دیکھیں کہ نمازیں بھی پڑھتے ہیں' روزے بھی رکھتے ہیں اور قرآن پاک کی تلاوت بھی کرتے ہیں مگر تاجدار کون و مکان ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبیاں اور گستاخیاں کر کے دین اسلام سے خارج ہیں۔ کیونکہ امام الانبیاء ﷺ کو اپنی مثل ایک بے اختیار اور بے کمال نبی سمجھنا اور محبوب کریم ﷺ کے علم غیب کا انکار کرنا اور سرور کائنات ﷺ کو حاضر و ناظر نہ جاننا اس سے بڑھ کر اور محبوب کریم ﷺ کی بے ادبی اور گستاخی کیا ہو سکتی ہے؟ اور آپ ﷺ کے اس ارشاد عالی سے یہ ثابت ہوا کہ ایمان صرف نمازوں' روزوں اور قرآن پاک کی تلاوت میں ہی نہیں ہے بلکہ شہنشاہ دو جہاں ﷺ کے ادب و احترام میں ہے۔ ورنہ لمبی لمبی نمازیں پڑھنے والوں' روزے رکھنے والوں اور قرآن پاک کی تلاوت کرنے والوں کو شارع اسلام ﷺ اسلام سے خارج قرار نہ دیتے (بدبخت' ناداں' گستاخ

ذرا غور کریں)۔

☆ مولانا عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

آں دہاں کژ کرد و از تسخر بخواند
مر محمد را دہانش کژ بماند

کہ ایک بے ادب اور محبوب کبریاء ﷺ کا گستاخ محبوب کریم ﷺ کا نام پاک بے ادبی کے طور پر لیتا تھا آخر غیرت خداوندی جوش میں آ گئی اور اس کا منہ ٹیڑھا ہو گیا۔

باز آمد کائے محمد عفو کن
اے ترا الطاف و علم من لدن

اور پھر وہ رحمت دو عالم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے معاف کر دیں۔ رحمت دو جہاں ﷺ نے اسے معاف کر دیا اور اس کا منہ سیدھا ہو گیا۔ عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند!

کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کا پردہ فاش کرنا چاہتا ہے تو وہ ولیوں اور نبیوں پر طعنہ زنی کرنے لگتا ہے۔

☆ عن ابی درداء من النبی صلی الله علیه وسلم قال حبك الشئی یعمی ویصم

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محسن کائنات ﷺ نے فرمایا کہ محبت کرنے والی آنکھ اپنے محبوب کے عیب نہیں دیکھ سکتی اور محبت کرنے والے کان اپنے محبوب کے عیب نہیں سن سکتے (مشکوٰۃ شریف)۔

میں صحیح العقیدہ اہل سنت والجماعت حضرات سے التماس کروں گا کہ وہ نبی کریم رحمت دو جہاں ﷺ کے اس فرمان حق ترجمان کے پیش نظر اگر آپ محبوب کریم ﷺ سے محبت رکھتے ہیں تو پاکستان کے جدید ملا کی تقریریں نہ سنیں جب کہ آپ جانتے ہیں کہ تاجدار عرب وعجم ﷺ کی شان پاک میں بے ادبیاں اور گستاخیاں کرتا ہے اور شہنشاہ کون و مکان ﷺ کے نعوذ باللہ نقائص وعیوب بیان کرتا ہے حالانکہ محبوب کبریاء ﷺ ہر قسم کے عیب ونقص سے پاک ہیں اور جب کہ محبوب کریم ﷺ نے فرما دیا ہے کہ محبت کرنے والے کان اپنے محبوب کے عیب نہیں سنتے تو پھر کسی ملا کی تقریر سننی جو محبوب ﷺ کا بے ادب اور گستاخ ہو کسی لحاظ سے بھی درست نہیں ہے۔

شرح فقہ اکبر میں حضرت امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ہارون الرشید کے دستر خوان پر کدو پک کر آیا کسی نے کہا کہ محبوب کبریاء ﷺ کو کدو بہت پسند تھا۔ دوسرے نے کہا لیکن مجھے پسند نہیں اس پر حضرت امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے قتل کے ارادے سے تلوار نکالی اور فرمایا تو مرتد ہو گیا ہو گیا اس لئے تو واجب القتل ہے لیکن بعد میں اس نے توبہ کر لی۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ رحمت دو جہاں ﷺ سے کہا گیا کہ کیا آپ کدو بہت پسند کرتے ہیں تو محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہاں مجھے پسند ہے کیونکہ یہ میرے بھائی حضرت یونس علیہ السلام کا درخت ہے اور حضرت ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کو کدو بہت پسند تھا تو اگر کسی دوسرے نے کہہ دیا کہ مجھے پسند نہیں تو وہ کافر ہو گیا کیونکہ اس نے محبوب کبریاء ﷺ کی پسند کی خلاف ورزی کی ہے۔

قارئین کرام! غور کریں کہ محبوب کریم ﷺ کی ایک پسندیدہ چیز کی بے ادبی اگر کفر ہے تو امام الانبیاء ﷺ کی بے ادبی اور گستاخی کیوں کفر نہیں۔ اللہ قادر و کریم ہم سب کو بطفیل زلف محبوب کریم ﷺ آپ ﷺ کی بے ادبی اور گستاخی سے اپنی پناہ میں رکھے۔

آمین بجاہ سید المرسلین طٰهٰ و یٰسین ﷺ

امید وار شفاعت محبوب کریم ﷺ

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یوں عشق محبوب ﷺ مرا دم ساز ہوا ہے
لگتا ہے کہ اب عمر کا آغاز ہوا ہے

چیف آرگنائزر بزم عشاق

حضرت علامہ حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی کی عالمانہ، عارفانہ، عاشقانہ چند تحریریں

☆	وسیلہ محبوب ﷺ	☆	ادب و تعظیم محبوب ﷺ
☆	گریہ محبوب ﷺ	☆	نور الہدیٰ ﷺ
☆	عشق خیر الوریٰ ﷺ	☆	عجب چیز ہے لذت آشنائی
☆	اطاعت محبوب ﷺ	☆	شمس الضحیٰ ﷺ
☆	شان غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ	☆	صاحب الجود والکرم ﷺ
☆	راحت دو جہاں ﷺ	☆	اسلام میں دل جوئی کا مقام
☆	لفظ ولی کا معنی و مفہوم	☆	اسلام میں دل شکنی جائز نہیں
☆	عقیدت کے پھول	☆	کیا وسیلہ سے مانگنا جائز ہے
☆	آئینہ جمال کبریاء ﷺ	☆	وسیلتنا فی الدارین ﷺ
☆	بنا کے مصور نے توڑا قلم	☆	جب بھی مانگو وسیلے سے مانگو
☆	محبت اور علامات محبت	☆	کون کہتا ہے وسیلہ سے مانگنا جائز نہیں
☆	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقائد	☆	وبا لوالدین احسانا
☆	عشق است امام من	☆	آنچہ خوباں ہمہ دارند
☆	رحمت دو جہاں ﷺ	☆	اہل ایمان سلام کہتے ہیں؟
☆	پیکر حسن و جمال ﷺ	☆	اسمائے محبوب ﷺ

☆	فضائل رمضان وقرآن مجید	☆	انما المؤمنون اخوه
☆	روزہ کے طبی فوائد	☆	خیر کم من تعلم القرآن وعلمه
☆	فضیلت علم اور صاحب علم	☆	محبت الٰہی کے ثمرات
☆	قرآن مجید ایک نعت مسلسل ہے	☆	نور بشر کی وضاحت
☆	ہر گل، ہر شجر میں محمد ﷺ کا نور	☆	میرے مرشد لجپال
☆	عظمت مصطفیٰ ﷺ	☆	خطبات زماں (1 تا 12)
☆	امتی تیری قسمت پہ لاکھوں سلام	☆	مقالات زماں (1 تا 10)
☆	حقوق مصطفیٰ ﷺ	☆	مقالات عشق رسول ﷺ
☆	ورفعنالك ذكرك	☆	مقالات سیرت محبوب ﷺ
☆	سلطان دو جہاں ﷺ	☆	مقالات صورت محبوب ﷺ
☆	نسبت محبوب ﷺ	☆	محبت کی لازوال داستاں
☆	جان ایماں ﷺ	☆	مساوات محبوب ﷺ
☆	روح ایماں ﷺ	☆	شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات
☆	مسلمانوں کے حقوق		تم سے کیا محبت ہوگئی
☆	افضل الخلق ﷺ		جیسے میرے محبوب ہیں ایسا نہیں کوئی
☆	احسن الخلق ﷺ	☆	کھنچتی ہے کھال کٹتی ہے گردن
☆	اول الخلق ﷺ		عشق ہے تماشہ نہیں ہے
☆	پیکر نور ﷺ	☆	صبر حسین بھی ہے عشق
☆	تذکرہ حسن محبوب ﷺ		صدق خلیل بھی ہے عشق
☆	اسلام میں دوستی کا تصور	☆	دن تو تیرے ہی تصور میں گزر جاتا ہے
☆	علم کی فضیلت واہمیت قرآن و	☆	عارفانہ تقریریں

	حدیث کی روشنی میں	☆	پیام محبت
☆	اخلاق سے کام لوگر دل جیتنے ہیں	☆	وہ مصور کیسا ہوگا؟
☆	نظام مصطفیٰ ﷺ ہی میں امن و	☆	اہل دل
	سکوں ہے	☆	صحیفہ عشق
☆	جنت کے مالک	☆	عقل و عشق
☆	جہنم کا ایندھن	☆	عشق اور اہل عشق
☆	قلب سلیم	☆	ذوق زماں
☆	آداب محبت	☆	خیال زماں
☆	اسلاف کا جذبہ ایثار	☆	باب عشق
☆	اسلاف کا شوق علم	☆	داستان عشق
☆	اسلاف کا اخلاق	☆	شمع اور پروانے
☆	اسلاف کا عشق	☆	فضائل و مسائل نماز
☆	حقیقت عظمت	☆	نماز کے طبی فوائد
☆	حقیقت عشق (۱ تا ۴)	☆	نماز کے روحانی فوائد
☆	حقیقت انساں	☆	فضائل قرآن مجید
☆	عشق کی باتیں	☆	سوز محبت
☆	دیوان عشق	☆	اعزاز محبت
☆	بخشش کے بہانے	☆	حقیقی محبت
☆	عاشقانہ تقریریں	☆	حلاوت ایمان
☆	عالمانہ تقریریں	☆	حقیقت ایمان
☆	درس محبت	☆	دعوت فکر

☆	بیان عشق و محبت	☆	جنت اور اہل جنت
☆	مدارج عشق و محبت	☆	احترام سادات
☆	کرامات اولیاء	☆	دنیا میں جنت
☆	محبت و محبوبیت		میری پسند
☆	ماں کی عظمت	☆	روحانی حکایات
☆	محبت کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے	☆	،گلدستہ حکایات
☆	علماء کا شرعی مقام اور معاشرتی حیثیت	☆	لو میرج کی شرعی حیثیت
☆	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عشق	☆	صوفیاء اور عشق
☆	علماء اور عشق	☆	شعراء اور عشق
☆	خواص اور عشق	☆	عوام اور عشق
☆	حلاوت ایمان	☆	سلطان دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم
☆	اعزازِ محبت	☆	مدارِج اہل علم
☆	عشق حقیقی و مجازی	☆	راہِ رسمِ عشق و محبت
☆	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معیارِ ادب و محبت	☆	حسین محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین تذکرہ
☆	تاجدار عشق	☆	زلفوں کے اسیر
☆	تجھ سا حسین کوئی نہیں	☆	جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
☆	باعث تسکینِ دل و جان صلی اللہ علیہ وسلم	☆	عامل اور عملیات
☆	حُسن ایماں	☆	معجزات انبیاء علیہم السلام
☆	زندگی آمد برائے بندگی	☆	میرے محسن